جلد 26 شمارہ 1 ماہ جنوری 2024ء جمادی الثانی / رجب 1445ھ
واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا
اللہ
صداقت
محبت
سلسلہ عالیہ توحیدیہ
ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل
ماہنامہ
فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض ومقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لا حاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر سید محمد عبداللہ بخاری 0301-7705388

معاون مدیر شہزاد محمود بخاری 0301-7430525

نائب مدیر سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

شفیق احمد، وحید احمد، پیر خان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
خالد محمود بخاری
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فہد محمود ، محمد ریاض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
info@tauheediyah.com :ای میل Ph: 055-3411030
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ❀❀❀ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

دل کی بات

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت . ''ہر ذی روح نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔'' موت اٹل حقیقت ہے، اپنے مقررہ وقت پر ہر ذی روح نے اللہ رحیم و کریم کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ہمارے بہت ہی پیارے، شفیق اور محبت کرنے والے بھائی مدیر مجلّہ ''فلاح آدمیت'' ڈاکٹر احمد رضا خان داعیٔ اجل کو لبیک کہہ چکے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

مرحوم باکردار، صالح، انسان دوست، مرکز تعمیر ملت کے روح رواں اور قبلہ باباجی کے دست راست تھے۔ اپنی مختصر زندگی میں میسر جوانی کو سلسلہ توحیدیہ کی تبلیغ و اشاعت کے لئے وقف کر چکے تھے۔ انہوں نے اپنی مکمل زندگی نہ صرف شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی پوری طرح اطاعت میں رضائے الٰہی میں بسر کر دی بلکہ ہر وقت قبلہ شیخ سلسلہ کے اشارے کے منتظر رہتے تھے۔ بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مرحوم سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات کا عملی نمونہ تھے۔ مجلّہ فلاح آدمیت میں پندرہ سال تک مدیر رہے، بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی تعلیمات کو کماحقہ مریدین سلسلہ تک پہنچانے میں ہمیشہ مستعد و کوشاں رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

مرحوم کے والد جناب محمد شفیق خانؒ اور چچا محمد رفیق خانؒ بھی سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے بانی حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ سے فیض یافتہ تھے۔ محمد رفیق خان مرحومؒ کو تو قبلہ انصاری صاحبؒ سے اس قدر محبت تھی کہ ان کی جدائی برداشت نہ کرتے ہوئے اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ اب ڈاکٹر احمد رضا خانؒ اپنی اچانک مختصر ترین علالت کے بعد اللہ کو

پیارے ہوئے ہیں۔ہم سب اہل حلقہ کے دلوں میں گھر کر جانے والے احمد رضا خان ہمیں اس وقت داغ مفارقت دے گئے جب ہم ان کی مساعی جلیلہ کو ایک اچھی امید اور بہترین ثمرات کی صورت دیکھ رہے تھے۔کسی کو معلوم نہ تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے نیاز ذات کا کچھ اور ہی فیصلہ ہے۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے وابستہ تمام خواتین وحضرات ڈاکٹر احمد رضا خانؒ کے سوگوار خاندان کے غم میں شریک ہیں۔اللہ تعالیٰ پسماندگان کو اس نازک موقع پر صبر کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے اور ان کے اہل خانہ کی دستگیری فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

ماہ جنوری کی آمد ہے۔ ہمارے ہادی ومرشد حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے ۲۲ جنوری ۱۹۷۷ء کو رحلت فرمائی ،اس لحاظ سے یہ ماہ ان کی وفات کا مہینہ ہے۔اس لحاظ سے بانیٔ سلسلہؒ کی خدمات کا اعادہ کرنے اور انہیں خراج تحسین پیش کیے بغیر یہ مجلّہ نامکمل ہے۔ بانیٔ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی یہ خواہش تھی کہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات کی اشاعت وتبلیغ کے لئے ماہانہ مجلّہ جاری کیا جائے۔اپنے مرشد کی خواہش کی تکمیل کے لئے قبلہ باباجی ڈار صاحبؒ نے یہ مجلّہ فلاح آدمیت جاری کیا جو آج شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب کی سرپرستی میں ایک صدقہ کی صورت ہم سب کے لئے جاری ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس مجلّہ سے اور سلسلہ توحیدیہ کی تعلیمات سے بھرپور استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

والسلام!

سید محمد عبداللہ بخاری

مدیر مجلّہ فلاح آدمیت

پیامِ قرآن

ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُم بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ. (سورۃ الانعام ۶۔آیت ۱۵۴)

پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، ان پر اپنی نعمت پوری کرنے کو جو نیکوکار ہیں، اور ہر چیز کی تفصیل کیلئے، اور ہدایت و رحمت کیلئے، تاکہ وہ اپنے رب سے ملاقات پر ایمان لے آئیں۔

وَوَاعَدْنَا مُوسَى ثَلَاثِينَ لَيْلَةً وَأَتْمَمْنَاهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً وَقَالَ مُوسَى لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ ۔ وَلَمَّا جَاءَ مُوسَى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَن تَرَانِي وَلَٰكِنِ انظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَى صَعِقًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ ۔ قَالَ يَا مُوسَى إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَاتِي وَبِكَلَامِي فَخُذْ مَا آتَيْتُكَ وَكُن مِّنَ الشَّاكِرِينَ. (سورۃ الاعراف ۷۔آیات ۱۴۲۔۱۴۴)

ہم نے موسیٰؑ کو تیس شب و روز کیلئے (کوہِ سینا پر) طلب کیا اور بعد میں دس دن کا اور اضافہ کر دیا، اس طرح اس کے رب کی مقرر کردہ مدت پورے چالیس دن ہو گئی۔ موسیٰؑ نے چلتے ہوئے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ ''میرے پیچھے تم میری قوم میں میری جانشینی کرنا اور ٹھیک کام کرتے رہنا اور بگاڑ پیدا کرنے والوں کے طریقہ کار پر نہ چلنا۔'' جب وہ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر پہنچا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا تو اس نے التجا کی کہ ''اے رب مجھے یارائے نظر دے کہ میں تجھے دیکھوں۔'' فرمایا کہ ''تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ ہاں ذرا سامنے کے پہاڑ کی طرف دیکھ، اگر وہ اپنی جگہ قائم رہ جائے تو البتہ تو مجھے دیکھ سکے گا'' چنانچہ اس کے رب نے جب پہاڑ پر تجلی کی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰؑ غش کھا کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو بولا ''پاک ہے تیری ذات، میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلا ایمان لانے والا میں ہوں'' فرمایا، ''اے موسیٰؑ، میں نے تمام لوگوں پر ترجیح دے کر تجھے منتخب کیا کہ میری پیغمبری کرے اور مجھ سے ہم کلام ہو، پس جو کچھ میں تجھے دوں اسے لے اور شکر بجا لا۔

فرمانِ نبوی ﷺ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میرا منہ (نماز میں) قبلہ کی طرف ہے، اللہ کی قسم مجھ سے نہ تمہارا خشوع چھپتا ہے نہ رکوع، میں اپنی پیٹھ سے تم کو دیکھتا رہتا ہوں۔

(کتاب الصلوٰۃ، صحیح بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک مرتبہ نماز پڑھائی، پھر آپ ﷺ منبر پر چڑھے، پھر نماز کے باب میں اور رکوع کے باب میں فرمایا میں تمہیں پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جیسا اب سامنے سے دیکھ رہا ہوں۔

(کتاب الصلوٰۃ، صحیح بخاری)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام کاموں میں جہاں تک ممکن ہوتا دائیں طرف سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ طہارت کے وقت بھی، کنگھا کرنے اور جوتا پہننے میں بھی۔

(کتاب الصلوٰۃ، صحیح بخاری)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خدا یہودیوں پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے انس بن مالکؓ کو ایک قبر کے قریب نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ قبر ہے قبر! اور آپؓ نے ان کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔

(کتاب الصلوٰۃ، صحیح بخاری)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ام حبیبہؓ اور ام سلمہؓ دونوں نے ایک کلیسا کا ذکر کیا جسے انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا اس میں مورتیں تھیں۔ انہوں نے اس کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے بھی کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کا یہ قاعدہ تھا کہ اگر ان میں کوئی نیکوکار شخص مر جاتا تو وہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بناتے اور اس میں یہ مورتیں (تصویریں) بنا دیتے پس یہ لوگ خدا کی درگاہ میں قیامت کے دن تمام مخلوق میں برے ہوں گے۔

(کتاب الصلوٰۃ، صحیح بخاری)

ندائے عارف

(فرمودات شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہٗ)

(ماجد محمود توحیدی)

☆ زور ہی اصل میں ہمیں اخلاق پر دینا ہے۔نمازیں، روزے، ذکر تو سارے کرتے ہیں۔ ہماری زندگی اسی طرح بنے گی۔بابا جی (انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے بڑے واضح الفاظ میں تعلیم سکھائی ہے کہ غیر ممالک یا دوسرے مذاہب کے لوگ یا غیر لوگ ہماری نمازوں اور روزوں کو نہیں دیکھتے۔وہ تو یہ دیکھتے ہیں کہ ان لوگوں کے ملنے جلنے کا طریقہ ہمارے ساتھ کیا ہے؟ان کا اصل برتاؤ کیا ہے؟ جب تک ہمارا اخلاق اچھا نہیں ہوگا، ہمیں کوئی بھی اچھا نہیں کہے گا۔ہم اسی لئے ساری دنیا میں اس وقت بدنام ہیں کہ ہم بداخلاق ہیں۔نہ ہم وعدے کے پابند ہیں، نہ ہم امانت دار ہیں، نہ ہم سچے ہیں۔یہ خوبیاں نہیں ہوں گی تو لوگ ہمارے قریب کیسے آئیں گے؟ یہ بہت ضروری ہیں۔اس کا بہت خیال کرنا ہے۔

☆ یہ دوسری زندہ مخلوقات جیسے جانور اور پودے جو ہیں ان کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے۔آپ کے ساتھ نہیں ہے۔آپ لوگوں کا اتنا فرض ہے کہ ان کے ساتھ بے دردی مت کریں۔ان کے ساتھ بھی پیار کریں۔یہ پیار کے خواہاں ہیں۔ان کی اگر آپ دیکھ بھال کریں تو یہ اس کو قبول کرتے ہیں اور نشو ونما پاتے ہیں۔اگر انہیں بے دردی سے چھوڑ دیں تو یہ جل بھن جاتے ہیں۔یہ کسی چیز کے جواب دہ نہیں ہیں۔صرف جن اور انس جواب دہ ہیں، باقی اور

کوئی جوابدہ نہیں ہے۔ یہ پالتو جانور جو ہیں بھیڑ بکریاں، اور یہ بیل بھینسیں تو ان کے متعلق سنا تھا کہ کسی بھینس نے دنیا میں اگر کسی دوسری بھینس کو مارا ہو گا تو اللہ میاں ان سے بدلہ دلوائے گا۔اس کے بعد ان کا وجود وہاں سے ختم ہو جائے گا۔ یہ نباتات جو ہیں یہ پودے وغیرہ تو جنت میں ماشاءاللہ بہت ہوں گے، جنت انہیں سے خوشنما بنی ہو گی تو جو فائدہ ان سے آپ یہاں لیتے ہیں، وہ وہاں بھی لیں گے ان شاءاللہ ۔البتہ یہاں آپ کو خدمت کرنی پڑتی ہے وہاں کوئی خدمت نہیں کرنی پڑے گی ۔مفت میں یہ آپ کے لئے بنے سنورے رہیں گے۔ ٹھیک ٹھاک ہوں گے، اور کوئی ذمہ داری ان کی آپ پر نہ اب ہے اور نہ اس وقت ہو گی ۔

(آن لائن محفل مورخہ ۲۰ نومبر ۲۰۲۲ء کی گفتگو سے اقتباسات)

☆ ہم میں اخلاقی طور پر بہت سی کمیاں ہیں ۔ یہ کمیاں جب تک ایسی رہیں گی تو ہم بھی ایسے ہی رہیں گے ۔ان کمیوں کو ایک ایک کر کے ایڈریس کریں اور ان کمیوں کو ختم کرنے کی کوشش کریں، قدم آگے بڑھائیں ۔ پیچھے کی طرف نہیں دیکھیں ۔ پیچھے جو ہو گیا، ہو گیا ۔ بھول جاؤ انہیں ۔آئندہ کے لئے دیکھیں کہ ہم نے کیسا وقت گزارنا ہے، کیا کرنا ہے کہ آپس میں ہمارا پیار بڑھے ۔آگے دیکھیں۔

☆ آپ 'طریقت توحیدیہ' بھی اگر پڑھیں ناں تو اس میں شروع میں اتنا Clear لکھا ہوا ہے کہ بیعت ہونے کے بعد سب سے ضروری بات کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ شیخ سلسلہ کے متعلق آپ کے ذہن میں اگر ذرہ سی بھی کوئی بات Negative آ گئی تو آپ کو فیض ملنا بند ہو جاتا ہے تاوقتیکہ آپ اس سے رجوع کریں ۔ یہ معمولی بات نہیں ہے ۔ہم لوگ سمجھتے نہیں ہیں ۔اسی طرح جان بوجھ کے بات کو نظر انداز کر دینا، یا شیخ کے سامنے کوئی بدتمیزی

کرنا، کوئی خلاف ادب بات کرنا، یہ ساری باتیں Count کرتی ہیں۔ یہ تو راہ سلوک کی بنیادی باتیں ہیں۔ان کے بغیرہ بڑا ایک مشہور شعر ہے جسے باباجی سنا کرتے تھے۔ یہ اقبال کا شعر ہے۔

بہ مے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بےخبر نہ بود زراہ ورسم منزل ہا

لوگ تو یہاں تک جاتے ہیں کہ شیخ کوئی بھی بات کرے، اسے فوراً ماننا چاہیے، اس میں ذہنی طور سے بھی کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ باقی باتیں دور کی ہیں۔ Practicle دور کی بات ہے۔ذہنی طور سے بھی کوئی ایسی بات نہیں ہونی چاہیے جس میں کوئی بات ادب کے خلاف ہو۔ میں نے یہ اس واسطے کافی Detail سے خطبے میں لکھا ہے۔اللہ تعالیٰ کرے کہ بھائی پڑھیں اوراس سے فائدہ اٹھائیں۔

☆ جب باباجی (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ) بیعت ہونے کے لئے مولانا کریم الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے تو آپ سے انہوں نے پوچھا کہ تم کیوں بیعت ہوتے ہو؟ آپ نے کہا کہ تین چیزوں کے لئے بیعت ہورہا ہوں۔پہلی چیز روحانیت ہے دوسری تزکیہ اخلاق ہے اور تیسرا دیدار باری تعالیٰ ہے۔مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ جو پہلی دو چیزیں ہیں یہ میری وجہ سے آپ کو مل جائیں گی لیکن تیسری چیز میرے بس کی بات نہیں ہے۔آگے ان کا مکالمہ چلتا رہا۔آپ اندازہ لگائیں کہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت ابھی سلوک طے نہیں کیا، آپ کا ارادہ جو تھا اس میں تزکیہ اخلاق Top پر ہے۔ جب تک اخلاق ہمارا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق نہیں ہوتا ہم Claim ہی نہیں

کر سکتے کہ ہم راہ سلوک کے مسافر ہیں۔ یہ یاد رکھیں۔ معمولی معمولی سی بات کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ یہ موٹی موٹی باتیں جو ہمارے سلسلہ کی ہیں، غصہ اور نفرت چھوڑنا، محبت اور صداقت کو اپنا لینا، اگر ان میں ہم کمال حاصل کرلیں تو اللہ کے فضل سے ہمارا Ninty percent اخلاق صحیح ہو جاتا ہے۔ ان چیزوں کو اگر کنٹرول کریں تو آہستہ آہستہ وہ باتیں جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے، وہ اخلاق خود بخود ہی ٹھیک ہوتا رہے گا۔ اپنے اخلاق پر توجہ رکھیں اور معمولی معمولی بات بھی جو ہے اسے نظر انداز نہ کریں۔ آپ کو خود جو چیز اچھی نہیں لگتی تو ظاہر ہے آپ کو سمجھ جانا چاہئے کہ یہ دوسرے کو بھی اچھی نہیں لگتی۔ ایسی بات کو چھوڑ دیا کریں۔ اسی طرح ایک ایک کرکے ،۔۔۔۔زندگی کے ہزاروں شعبے ہیں۔ ہر شعبے میں ایسے طریقے سے Behave کرنا کہ کسی کو چبھے نہیں، کسی کو برا نہ لگے، یہ سارا اخلاق کے دائرے میں آتا ہے۔ اپنے اخلاق پر ضرور گہری نظر رکھیں، اس کو کسی طریقے سے بھی نظر انداز نہ کریں۔ جوں جوں آپ کا اخلاق اچھا ہوتا جائے گا، اللہ کا قرب حاصل ہوتا رہے گا۔

ایک طریقہ بابا جی نے بڑا اچھا لکھا ہے کہ عام طور سے بزرگوں سے پوچھتے ہیں کہ میرا مقام کہاں ہے؟ میں آج کل کہاں ہوں؟ میرا سلوک چل رہا ہے یا نہیں چل رہا۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا خوب علاج بتایا ہے کہ تم اس کا خود معلوم کر سکتے ہو۔ اپنے اخلاق پر نظر رکھو اور دیکھو کہ آپ کا اخلاق ترقی کر رہا ہے یا نہیں؟ اگر آپ کا اخلاق ترقی کر رہا ہے تو سمجھو کہ آپ کا سلوک طے ہو رہا ہے۔ یہ کتنا بڑا پیمانہ آپ نے بتا دیا۔ خود اپنے اخلاق پر نظر رکھو، خود اندازہ لگا لو کہ آپ کا اخلاق کیسا ہے؟ اور کتنا اچھا ہے؟ آپ ترقی کر رہے ہیں یا کر چکے ہیں۔ یہ سارا پتا خود چل جائے گا۔ اس لئے میرے بھائی سلوک کے لئے اخلاق کا اعلیٰ ہونا پہلی اور آخری بات ہے۔ اخلاق بہت اچھا ہونا چاہئے۔ یہ بات کسی شک وشبہے سے بالاتر ہے۔

(آن لائن محفل مورخہ ۲۷ نومبر ۲۰۲۲ء کی گفتگو سے اقتباسات)

مکتوبات محمد صدیق ڈار توحیدیؒ

(مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۹۸ء از نوکھر ضلع گوجرانوالہ)

(بنام غلام مرتضیٰ صاحب۔ اسلام آباد)

سب سے پہلے تو حج اور زیارت حرمین شریفین مبارک ہو!

حج کے لئے روانگی پر بھی آپ کا خط موصول ہو گیا تھا۔ جوابی خط کے لئے وقت تھوڑا تھا اس لئے خط تو نہ لکھا البتہ اللہ تعالےٰ سے دعائیں کیں کہ ہمارے جو بھائی ارض مقدس جا رہے ہیں ان کو سفر وحضر کی بہترین سہولتیں عطا ہوں اور حرمین شریفین کے انوار و برکات سے وافر حصہ عطا ہو، ہماری دعائیں ان کے لئے اور ان کی دعائیں ہمارے لئے اور عالم اسلام کے لئے قبول ہوں۔ آمین!

الحمد للہ آپ کی دلی تمنا پوری ہوئی اور اللہ رحیم وکریم نے یہ سعادت عطا فرمائی اور احسن طریقہ سے یہ فرض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالےٰ آئندہ زندگی میں بھی اپنی رضا والے اعمال کی توفیق دے اور اپنے مقرب بندوں میں شامل فرمائے۔ آمین! گھر میں بیٹی کے لئے بھی مبارکباد اور دعائیں۔

آپ کی واپسی کا پروگرام بھی ایسا تھا کہ سالانہ اجتماع میں شمولیت متوقع تھی البتہ شیخ اسلم صاحب کی واپسی اجتماع کی تاریخوں کے دوران ہی تھی۔ اللہ نے کرم کیا کہ ان کی جلد واپسی کا انتظام فرما دیا اور وہ اجتماع میں شریک ہو گئے۔

آپ مجبوری کی وجہ سے نہیں آسکے تو کوئی بات نہیں۔انشاء اللہ تعالےٰ سالانہ اجتماع کی برکات سے کوئی بھائی جس کا دل ہمارے ساتھ لگا ہوا ہو محروم نہیں رہتا۔اللہ تعالےٰ آپ کے والد صاحب کو صحتِ کاملہ عطا فرمائے اور قوت عطا فرمائے۔آمین!

آپ کی روحانی کیفیات بہت اچھی ہیں۔آپ کے عقائد درست اور انداز فکر مثبت ہے۔آپ عملی انسان ہیں۔باتیں کم اور کام زیادہ کے اصول پر عمل کرتے ہیں۔ایسے انسان ہر میدان میں اللہ کے فضل سے کامیاب ہوتے ہیں۔روحانیت میں بھی ''استقامت بہتر از کرامت''اصول کام کرتا ہے۔تعلیم پر مسلسل عمل پیرا رہنا ہی کامیابی کی ضمانت ہے۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔اللہ رحیم و کریم آپ کو روحانیت کے اعلیٰ مدارج نصیب فرمائے اور دنیا و آخرت میں سرخرو فرمائے۔آمین۔منیٰ میں حادثہ کی وجہ سے تشویش تھی لیکن خالد مسعود صاحب سے فون پر آپ کی خیریت معلوم کر لی تھی جس سے تسلی ہوگئی۔

برادران سلسلہ اور اہل خانہ کو سلام۔بچوں کو پیار اور دعائیں۔سالانہ خطبہ کی کاپی امید ہے بھائیوں سے مل گئی ہوگی۔سلسلہ کی کتابوں کا مسلسل مطالعہ کرتے رہیں کہ اصل معیار یہی ہیں۔

(مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۹۹ء از نوکھر ضلع گوجرانوالہ)

(بنام غلام مرتضیٰ صاحب۔اسلام آباد)

آپ کا خط موصول ہوا۔مجھے خود آپ کو خادم حلقہ مقرر کئے جانے کی اطلاع کرنے کے لئے خط لکھنا تھا لیکن سالانہ اجتماع کے بعد راحت و آرام کا موڈ تھا۔اتنے میں آپ کا خط بھی آگیا۔آپ سے قبل ہمارے بھائی سید شریف الدین صاحب نے طویل عرصہ تک حلقہ کی خدمت کی۔اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر اور ترقی درجات عطا فرمائے۔آمین!

خادم حلقہ کے فرائض آپ تفصیلاً طریقت توحیدیہ میں دیکھ سکتے ہیں۔ یہ انتظامی امور کے لئے نامزدگی ہوتی ہے اس سے خادم حلقہ کی اپنی اصلاح بھی مطلوب ہوتی ہے کہ وہ بھائیوں کی ہر طرح سے خدمت کرے ان کی روحانی اور دنیوی بہتری کا خیال رکھے۔ بھائیوں کے جوتے عملاً سیدھے کرے کہ میرے بھائی محض اللہ کی خاطر چل کر یہاں آئے ہیں اور میں اللہ والوں کا خادم ہوں۔ اس ڈیوٹی پر غرور وتکبر ہرگز نہ کرنا چاہیے۔ یہ ضروری نہیں کہ جو خادم حلقہ ہو وہ سب سے بڑا بزرگ بھی ہو۔ بزرگوں کے کرنے کے اور بہت سے کام ہوتے ہیں جن کا کسی کو پتا بھی نہیں ہوتا۔ وہ سب کام اللہ کی رضا کی خاطر کرتے ہیں۔ خادم حلقہ کسی کو بھی مقرر کیا جا سکتا ہے۔ ہم سب لوگ سلسلہ میں اسی لئے شامل ہوئے ہیں کہ ہماری اصلاح ہو جائے اور ہم اسلام کی سچی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر اللہ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کر سکیں نہ کہ خادم حلقہ، مجاز یا پیر بننے کے لئے۔ نفی اثبات کے ذکر کی قوت سے اللہ کے سوا ہر خیال کو دل سے نکال باہر کرنا چاہئے۔ البتہ شیخ سلسلہ جو حکم دے یا ذمہ داری سونپے تو اسے پورے ذوق اور تندہی سے پورا کرنا عین سعادت کی راہ ہے۔

اب یہ ذمہ داری آپ کے سپرد کی گئی ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کا حامی و ناصر ہو اور آپ کو بانئ سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی تعلیم کو آگے بڑھانے اور اپنی مخلوق کی خدمت کی توفیق سے نوازے۔ آمین!

ہفتہ وار ذکر کی محفل کے فوراً بعد دس پندرہ منٹ سلسلہ کی تعلیم کے لئے وقف کیا کریں۔ آپ خود یا آپ کی اجازت سے کوئی دوسرا بھائی قبلہ حضرتؒ کی تصانیف میں سے کوئی منتخب حصہ پڑھ کر سنائیں۔ فی الحال طریقت توحیدیہ ہی سے شروع کر لیں۔

اپنے سارے بھائیوں سے انتہائی محبت سے پیش آئیں۔ ان کی مالی حالت کا بھی

خیال رکھیں اور بھائیوں کے تعاون سے مستحق افراد کی ممکنہ مدد بھی کریں۔ جو بھائی حلقہ ذکر میں نہ آسکیں ان کا پتہ کرانا چاہئے کہ کس مجبوری کی وجہ سے نہ آ سکے۔

☆ حلقہ فنڈ ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ جمع کر کے مجھے بھیج دیا کریں۔

☆ بحث و مباحثہ تو ہماری تعلیم میں شامل ہی نہیں ہے اس لئے نہ تو حلقہ کے بھائیوں کو اس میں ملوث ہونا چاہئے اور نہ ہی باہر کے کسی آدمی کو اس کی اجازت دینی چاہئے بلکہ حسب تعلیم ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ لینی چاہئے تا کہ بات آگے نہ بڑھے۔ ہمارا پیام محبت اور خدمت ہے۔

☆ آپ کے حلقے میں جو بزرگ بھائی ہیں ان سب کا احترام واجب ہے۔ انہیں بھی چاہئے کہ انتظامی امور میں خادم حلقہ کے ہر حکم کو شیخ سلسلہ کا حکم مانیں۔

نئے بھائیوں کو تعلیم سے روشناس کرانا اور ذکر کا طریقہ بتانا آپ کی ذمہ داری ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو کسی دوسرے بھائی کو بھی اس کے لئے کہہ سکتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ نظم وضبط اور قواعد وضوابط کی پابندی کے ساتھ سب کچھ ہونا چاہئے۔

☆ بزرگان نقشبندیہ کے حالات آپ بخوشی فلاح آدمیت کے لئے بھیج سکتے ہیں یہ بہت اچھی پیش رفت ہوگی۔ اس میں یہ خیال رہے کہ دنیا سے فرار اور کرامات کے قصے کہانیوں سے ذرا بچا جائے کیونکہ یہ ہماری تعلیم نہیں ہے۔

اللہ تعالےٰ آپ کو اپنی تائیدونصرت سے نوازے اور راولپنڈی حلقہ کو وسعت اور رفعت سے نوازے۔ آمین! تمام برادران حلقہ کو میرا محبت بھرا اسلام کہہ دیں۔ گھر میں اہل خانہ کو سلام اور بچوں کو پیار۔ مجھے باقاعدگی کے ساتھ خط لکھتے رہا کریں۔

پروفیسر ڈاکٹر احمد رضا خان علیہ رحمت (1982 تا 2023)

(عبدالقیوم ہاشمی)

سات دسمبر بروز جمعرات شام پانچ بجے میں حلقہ ذکر میں شرکت کے لئے انور صاحب (مرحوم) ایم اے موٹرز والے کے گھر پہنچا تو حسب معمول میں نے خادم حلقہ گوجرانوالہ بھائی ریاض صاحب سے احمد رضا کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ احمد رضا کو ایک دو روز سے بخار ہے تو میں نے مناسب سمجھا کہ وہ گھر آرام کر لیں۔ تھوڑی دیر بعد احمد رضا کے چھوٹے بھائی بلال خان صاحب اور لقمان صاحب (نئے بیعت ہونے والے بھائی) بھی پہنچ گئے۔ تو میں نے انہیں از راہ محبت کہا کہ چلیں آپ کے آنے سے احمد رضا کی نمائندگی بھی ہو گئی۔ ابھی ہم نے نفی اثبات کا ذکر شروع ہی کیا تھا کہ بلال صاحب کو کسی نے فون کال پر مطلع کیا کہ احمد رضا اپنے دفتر کے باہر بے ہوش ہو گئے تھے اور تین لوگ ان کو اٹھا کر زدیکی ہسپتال (چیمہ ہسپتال) لے گئے ہیں بلال خان اور لقمان اسی وقت ہسپتال پہنچ گئے اور ہم باقی بھائی بعد میں وہاں پہنچ گئے۔ احمد رضا وینٹی لیٹر پر منتقل کر دیئے گئے تھے۔ تھوڑی دیر تک ڈاکٹرز کو بھی کچھ سمجھ نہ آئی۔ جب دماغ کا سٹی سکین کیا گیا تو ڈاکٹر عدیل (جو احمد رضا کے دوست تھے) انہوں نے مجھے اور بلال صاحب کو یہ خطرناک صورت حال بتائی کہ برین ہیمرج ہوا ہے اور اس نوعیت کی شدت والے مریض کے بچنے کے بہت کم چانس ہوتے ہیں۔ میں نے بابا جان کو فون پر ساری صورت حال سے آگاہ کیا اور یوں ہمارے پیارے بھائی موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا رہ کر بدھ 13 دسمبر 2023 کو صبح نو بجے کے قریب ہمیں داغ مفارقت دیکر اللہ کو پیارے ہو گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) نماز جنازہ مغرب کی نماز کے بعد ادا کی گئی جس کی امامت بابا جان محمد یعقوب خان صاحب نے فرمائی۔ ایک کثیر تعداد نے نماز جنازہ میں شرکت کر کے احمد رضا سے اپنی محبت اور خلوص کا اظہار کیا۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
ایک شخص سارے شہر کو ویراں کر گیا

احمد رضا یکم اپریل 1982 کو پیدا ہوئے انکی تعلیمی سرگرمیوں کو دیکھ کر سمجھ نہیں آئی کہ فردِ واحد یہ سب کچھ کیسے کر سکتا ہے۔البدر ہائی سکول گوجرانوالہ سے 1996 میں میٹرک پاس کیا۔ 2000 میں گریجویشن گورنمنٹ کالج گوجرانولہ سے کی۔2003 میں B.Ed (A.I.O.U) سے اور M.Ed، 2013 میں (A.I.O.U) سے فرسٹ ڈویژن سے پاس کیا۔ 2016 میں ایم اے (Political Science) اور 2002 میں ایم اے (Islamic Studies) پنجاب یونیورسٹی سے کیا۔2012 میں گفٹ یونیورسٹی گوجرانوالہ سے ایم فل (M.Phil) اسلامک سٹڈیز CGPA 3.24 سے کیا۔شاہ محمد اسحاق کی عملی علمی وفکری خدمات اور انکے برصغیر پر اثرات' انکے ریسرچ تھیسس کا عنوان تھا،اور PHD اسلامک سٹڈیز UOL سے (2014-17) میں کی۔ تقریباً 13 سال بحثیت پروفیسر اور لیکچرار کے ایلیٹ کالج آف کامرس میں خدمات انجام دیں۔ 2012 میں بیسٹ ٹیچر ایوارڈ میں ایک لاکھ روپے کا انعام وصول پایا۔اپنی مشن سٹیٹمنٹ میں یہ تحریر فرمایا۔

I adopted the Profession of teaching on Missionary Grounds by inspiring the statement of Prophet (SAW) انما بعث معلما

ڈاکٹر احمد رضاؒ نے بحثیت وائس پرنسپل ایلیٹ کالج 3 سال خدمات سرانجام دیں اور تقریباً دس سال سے مدیر مجلّہ فلاح آدمیت کی ذمہ داری بخوبی نبھائی۔

احمد رضا کی زندگی جو تقریباً بیالیس برس پر مشتمل ہے ایک ایسی مثالی زندگی ہے جس میں انہوں نے زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کیا ہوا تھا وہ بیک وقت ایک معلم،مبلغ،داعی،مفکر،محقق،اور بلند پایہ صوفی بزرگ تھے۔معاشی دنیا میں بھی تعلیم وتدریس کا کاروبار اور انشورنس کمپنی سے وابستہ رہے۔مختلف شعبوں کے ماہرین سے انکے ربط وتعلق سے انکاوژن بہت وسیع عروج پر پہنچ چکا تھا۔

قرآن فہمی میں اللہ نے انہیں خاص ملکہ عطا کر رکھا تھا۔سلسلہ تو حیدیہ سے وابستگی سے انکو

علم وعرفان، اللہ سے محبت اور قربِ باری تعالیٰ میں نمایاں مقام حاصل ہو گیا تھا۔ اسلامی سٹیڈیز میں PHD نے اس میں مزید نکھار پیدا کر دیا تھا۔

خدمت خلق کے حوالے سے بھی وہ گوہر نایاب ہی ثابت ہوئے۔ وہ ہر لحظہ ضرورت مند بھائیوں کیلئے اپنے قیمتی وقت، روپیہ اور ہر طرح کی قربانی میں پیش پیش رہے۔ سلسلہ توحیدیہ کے ہر بھائی سے بے لوث محبت اور خلوص کا وہ تعلق قائم کیا کہ اب ہر بھائی اسکی جدائی پر اشکبار اور دلی صدمے اور دکھ کی کیفیت سے دوچار ہے۔ وہ مختلف حلقہ جات کا دورہ کرتے اور بھائیوں میں ایمان کی تحریک کا جذبہ بیدار کرتے۔ اپنے گھر میں بھی ایک جمعہ کا حلقہ منعقد کرواتے اور بھائیوں کی خوب تواضع کرتے تھے۔ سلسلۂ توحیدیہ میں نوجوان بچوں کو محبت، پیار اور خلوص سے دعوت دیتے تھے۔ کہتے ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی اپنے گھر میں Hero نہیں ہوتا مگر احمد رضا کا معاملہ یہاں بھی مثالی رہا۔

ضعیف والدہ، بیمار اہلیہ اور تین چھوٹے بچوں کی دل جمعی اور خوش اسلوبی سے دیکھ بھال کرتے ہوئے کبھی نہیں گھبرائے۔ 2022ء کے سال اپنی اہلیہ کو ویل چیئر پر حج کروایا۔ والد (شفیق خانؒ) کی سترہ سال پہلے وفات کے بعد گھر کی تمام تر ذمہ داریاں احسن طریقے سے انجام دیں۔ تین بہنوں اور ایک چھوٹے بھائی (بلال خان) کی تعلیم و تربیت اور انکے خانگی معاملات کو بڑے بھائی نے والد کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ اہلِ محلّہ یا کوئی دوست انہیں کوئی کام کہہ دیتا تو اسکے لئے تمام کاوشیں اور وسائل صرف کر دیتے۔

انکی گفتگو علم وفکر اور عمل کے نئے دریچے کھول دیتی اور سامعین میں اللہ کی یاد، اللہ کی محبت، فکرِ آخرت اور دنیا میں تسلیم و رضا والی زندگی ہر گفتگو کا مرکزی نقطہ ہوتی تھی۔ جو بھی انکی گفتگو سنتا اسکا اثر اپنے قلب و روح میں محسوس کرتا تھا۔ ہر محفل میں موت کی تیاریاں اور زندگی کا مقصود انکی تقریر کا حصہ ہوتا تھا۔ مرکز پر بابا جان محمد یعقوب خان کے صحیح معنوں میں دست و بازو بن چکے تھے۔ حق مغفرت کرے عجب صاحب ایمان و یقین شخص تھا۔

احمد رضا خان مرحوم

(عبدالرشید ساہی)

اتنی مشکل ہے کسی رنگ میں ڈھلتی ہی نہیں
ورنہ تیری کوئی تصویر بناتے ہم بھی

مورخہ ۱۳ دسمبر ۲۰۲۳ء بروز بدھ تقریباً ۹ بجے صبح بمقام اعظم چیمہ ہسپتال گوجرانوالہ میں ہمارا پیارا بیٹا احمد رضا خان خالق حقیقی کے قرب میں چلا گیا۔ نماز جنازہ ڈیلٹا روڈ پر واقع شریف فارم پر بعد نماز مغرب ادا کی گئی۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ، عزیز واقرباء گوجرانوالہ سے کثیر تعداد میں بھائیوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ رب العزت اپنے خصوصی کرم سے مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، بچوں کی خصوصی دستگیری فرمائے، اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کے حقیقی بھائی بلال احمد کو سارے خاندان کی کفالت کی ذمہ داری کو سنبھالنے کے لئے وسائل اور استقامت عطا فرمائے اور صحت کاملہ سے نوازے۔ مرحوم احمد رضا خان کی دیرینہ خواہش تھی کہ میرا لاڈلا بھائی بلال احمد سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے باضابطہ منسلک ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس خواہش کو مدنظر رکھ کر بلال احمد کو سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے باضابطہ منسلک کر دیا، یہ ایک نیک شگون ہے۔

موت تو برحق ہے، کسی ذی روح کا اس سے انکار نہیں، ہر ایک نے اپنے اپنے مقررہ وقت پر چلے جانا ہے، بات صرف اور صرف اتنی سی ہے کہ کوئی اس جہان سے کتنا کامیاب وکامران ہو کر جاتا ہے وہ بڑی مقدر والی ارواح ہوں گی جن کو روز محشر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کیا جائے اور رب العزت کی طرف سے ان کو خوش آمدید کہا جائے گا: آ جاؤ میرے پیارے بندو! تم نے میرے کلموں کو ملحوظ خاطر رکھ کر اپنی زندگیاں بسر کیں، پیارے محبوب رسول احمد مختار ﷺ کی اتباع میں بسر کی ہیں، لہٰذا تم کامیاب قرار دیئے گئے ہو۔

دراصل موت تو سب کو آنی ہے مگر زندگی اور آخرت کی کامیابیاں صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے میسر آتی ہیں۔ احمد رضا خان بھی زندگی کا سفر کامیابی سے گزارنے والے افراد میں سے ہے۔

کلیوں کو میں خون جگر دے کے چلا ہوں
صدیوں مجھے گلشن کی فضا یاد کرے گی

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے پلیٹ فارم پر احمد رضا خان ایک گوہر نایاب تھا۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو ایک جیسا دل، ایک جیسے جذبات، ایک جیسے خیالات، ایک جیسی عادات واطوار اور ایک جیسے جذبہ ایمانی سے نہیں نوازا۔ جب عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کو اکٹھا کر کے ان سے عہد لیا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو سب نے ہاں میں جواب دیا لیکن زندگی کی رنگینی، طمع اور لالچ نے بعض کو دیئے گئے عہد سے بہکا دیا اور دنیاوی بھول بھلیوں میں مصروف کر دیا لیکن جن پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی نگاہ والتفات رہی، انہوں نے زندگی اللہ تعالیٰ کے کلموں کے مطابق اتباع رسول ہاشمی ﷺ میں رہ کر گزار دی اور دنیاوی واخروی کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ احمد رضا خان بھی ان میں ایک نایاب ہستی تھی۔

درجوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری است
وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار

مرحوم احمد رضا خان کی زندگی بے پناہ خصوصیات سے مزین تھی۔ ایسے انسان کبھی کبھار جنم لیتے ہیں۔ ان کی مفارقت سے سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک باکردار اور ذہین انسان سے محروم ہوگیا۔ بہر حال ان کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

مدتوں روتی ہے چشم حسرت اہل چمن
سالہا رہتے ہیں گریاں دیدۂ چرخ کہن
تب کہیں ہوتا ہے پیدا ایک نخل گل بدن
بایزید اندر خراساں، یا اویس اندر قرن

دراصل مجھے وہ الفاظ نہیں مل رہے جو میں مرحوم احمد رضا خان کے لئے استعمال کروں۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

نگہ بلند سخن دلنواز، جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لئے

ان کی جدائی سے جو صدمہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے بھائیوں اور مرحوم کے اہل اقرباء کو پہنچا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر انسان کی نہ کوئی حیثیت ہے، نہ ہی کوئی مقام میسر آتا ہے۔

تھا تیرے دم سے تر و تازہ جہان آرزو
کیا چلی بادِ خزاں گلشن کو ویراں کر دیا

جذبات کی دنیا وسیع ہوتی جارہی ہے۔ رہ رہ کر احمد رضا خان کی یاد اور گزرے محبت بھرے لمحات ابھر ابھر کر ذہن قرطاس پر نمودار ہو رہے ہیں۔ انسانی زندگی صرف خوشیوں اور کامرانیوں کی ہی آماجگاہ نہیں، اس میں نشیب و فراز آتے رہتے ہیں۔ یہ صرف پھولوں کی سیج نہیں، کبھی کبھار کانٹوں کا بستر بھی بن جاتی ہے۔ جب کانٹوں کی چبھن محسوس ہو تو پھولوں کے احساس جن سے ہم کبھی لطف اندوز ہو چکے ہیں، فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا ہر لحہ اور ہر سانس کے ساتھ شکر ادا کرنا چاہئے کہ ذات کبریا نے ہمیں اس سلسلہ سے منسوب کر دیا جس میں دعاؤں کا ایسا سلسلہ تشکیل دیا گیا ہے جو نہ ختم ہونے والا بحر بیکراں ہے۔ حدیث مبارک میں ہے کہ قرآن مجید کے ہر لفظ کے بدلے اللہ تعالیٰ دس (۱۰) نیکیاں عطا فرماتا ہے۔ دعاؤں کا سلسلہ تا قیامت جاری وساری رہے گا۔ ان شا ءاللہ۔

وائے گلشن میں اجل کیا خوب تھی تیری پسند
پھول وہ توڑا کہ ویران کر دیا سارا چمن

احمد رضا خان اللہ تعالیٰ تیری قبر کو بقائے نور بنا دے اور جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دے۔ نسل و قبیلہ کو تا وقت آباد و شاد رکھے۔ آمین۔ ثم آمین!

ڈاکٹر احمد رضا خانؒ

(سید رحمت اللہ شاہ)

اللہ کی ذات بے نیاز ہے، بے پرواہ ہے، اس کا حکم ہو کر رہتا ہے۔اللہ کے حکم اور فیصلہ پر عاجز بندوں کی کوئی رائے ہو بھی تو کیا ہو، بس اتنا ہی ہے کہ اللہ کی رضا اور منشاء یہی تھی کہ ہمارے پیارے بھائی ڈاکٹر احمد رضا خانؒ ہمیں داغ مفارقت دے گئے ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ڈاکٹر احمد رضا خانؒ عین شباب میں ایک یاد بن گئے۔ لمحے بھر میں حالات نے ایسی کروٹ لی کہ ان کے ساتھ گزرے لمحات کی دل نشیں یادیں غم کے پیرائے میں ڈھل گئیں۔ وہ جو پھول کی مانند تھا، ہر دم حوصلہ، ہمت اور کام کرنے کے جذبہ سے سرشار رہتا، وہ موت کی وادی میں اتر کر پھولوں کی پتیوں میں خاموش دوسرے جہان میں داخل ہو چکا تھا۔موت برحق اور اپنوں کے جانے کا غم فطری بات ہے، ان کی وفات پر ہر چاہنے والے کا دل گھائل اور آنکھیں اشکبار رہیں۔

ڈاکٹر احمد رضا خانؒ ایک بے لوث انسان اور سراپا خلوص و محبت تھے۔شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوم) قبلہ جناب محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کے دست شفقت پر بیعت ہو کر سلسلہ توحیدیہ میں شامل ہوئے۔بیشتر مریدین سلسلہ اور بالخصوص حلقہ توحیدیہ گوجرانوالہ میں پیر بھائیوں کی ڈاکٹر احمد رضا خانؒ سے محبت دوہری نوعیت کی تھی: ایک خاندانی پس منظر اور دوسرا ذاتی اوصاف ۔ان کے والد گرامی قدر جناب محمد شفیق خانؒ بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ سے براہ راست مرید اور اپنی ذات میں ایک بہت ہی نرم خو، شگفتہ مزاج اور نفیس طبع انسان تھے، جن کی وجہ سے ان کے سارے گھرانے کا سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے تعلق

ہمیشہ محبت، الفت اور انسیت کا رہا۔ جناب محمد شفیق خانؒ کی محبت دلوں میں تازہ تھی کہ احمد رضا خانؒ سلسلہ توحیدیہ میں منظر عام پر آئے۔ان کے ذاتی اوصاف نے انہیں بہت ہی تھوڑے وقت میں ہر دلعزیز بنایا۔

قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کے دور میں احمد رضا خانؒ کی حیثیت مرکز تعمیر ملت پر گھر کے ایک فرد کی تھی۔مرکز تعمیر ملت پر احمد رضا خانؒ ان چیدہ چیدہ بھائیوں میں شامل رہے جو خدمت کے مختلف امور سرانجام دیتے رہے۔قبلہ ڈار صاحبؒ نے ہمیشہ نماز جمعہ مسجد میں پورے اہتمام سے ادا فرمائی۔سب سے پہلے مسجد میں پہنچنا، نوافل پڑھنا، صف اول میں نماز جمعہ کی ادائیگی آپؒ کا معمول تھا۔زندگی کے آخری کچھ سال جب صحت وعمر کی وجہ سے نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے خود کسی طرح بھی مسجد پہنچنا ممکن نہ رہا تو اس دور میں احمد رضا خانؒ نے آپؒ کو حسب منشاء نماز جمعہ کے معمولات جاری رکھنے میں بھرپور مدد دی۔احمد رضا خانؒ ان دنوں ایک نجی کالج میں پڑھاتے تھے۔کالج انتظامیہ سے جمعہ کے حوالے سے معاملات طے تھے ، ہمیشہ وقت پر مرکز تعمیر ملت پہنچتے۔اندازہ تو ہمیں بھی تھا مگر احمد رضا خانؒ نے بھی کچھ تفصیل سے بتایا: اگر مجھے دیر ہو جائے تو قبلہ ڈار صاحبؒ کیونکہ وقت کے سخت پابند ہیں، تیاری کر کے برآمدہ میں میرا انتظار کرنے لگتے ہیں اس لئے میری ہمیشہ کوشش ہوتی ہے کہ وقت سے پہلے مرکز تعمیر ملت پہنچ جاؤں، قبلہ ڈار صاحبؒ کی تیاری سے پہلے ہی اماں جی سے مل لوں اور میں انتظار کروں۔جس قدر ہم نے دیکھا اس دور میں اماں جی نے مریدین سلسلہ کی خدمت سے علاوہ کبھی کسی کے ذاتی یا نجی معاملات میں دخل تو دور کی بات، رائے تک بھی نہ دی مگر جناب شفیق احمد خانؒ کے گھرانہ کو ہمیشہ اپنا جانا، اپنا کہا، ان کے ذاتی معاملات میں پوری دلچسپی لی ، اور احمد رضا خانؒ سے تو ویسے ہی کوئی تکلف نہ تھا۔

قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ نے وفات پائی تو انہیں قبلہ محمد یعقوب صاحب

توحیدی کی راہنمائی میں غسل دینے والے تین مریدین سلسلہ میں ایک احمد رضا خانؒ تھے۔قبلہ ڈار صاحبؒ کے بعد اماں جی اپنے بڑے صاحبزادے جناب خالد محمود ڈار صاحب کے گھر ہیں۔اماں جی کی خیر خیریت جاننے کا ذریعہ احمد رضا خان رہے، جب بھی گوجرانوالہ جانا ہوا، اماں جی سے ملنا چاہا تو احمد رضا خانؒ نے بلاتاخیر اطلاع کی اور اماں جی سے ملاقات کرائی۔

قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ نے احمد رضا خانؒ کو جنوری ۲۰۰۹ء میں مجلّہ فلاح آدمیت کا مدیر مقرر فرمایا۔اس ذمہ داری کو آپ نے ایک لمبے عرصہ تک خوب نبھایا۔مجلّہ کی اشاعت وترسیل کا بندوبست گوجرانوالہ کی بجائے ملتان سے ہوا تو احمد رضا خانؒ بطور مدیر زیادہ تر مجلّہ فلاح آدمیت کے سلسلہ میں مرکز سے رابطہ کا ذریعہ رہے۔علاوہ ازیں اس دور میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے متعلق کتب اور دیگر مواد کی اشاعت وطباعت میں بھی ہمیشہ متحرک رہے۔

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب کا دور آیا تو احمد رضا خانؒ تمام تر سرگرمیوں میں آگے نظر آئے۔قبلہ محمد یعقوب خان صاحب توحیدی نے سلسلہ توحیدیہ کے تمام تر مالی معاملات کو اپنی سرپرستی میں ایک کمیٹی کی صورت منظم رکھا ہوا ہے۔یہ کمیٹی باقاعدہ طور پر تمام حسابات آمد،خرچ کے اندراج اور معاملات کی شفافیت کو یقینی بناتی ہے۔احمد رضا خانؒ روز اول سے اس کمیٹی میں شامل رہے۔مرکز تعمیر ملت پر مشاورتی معاملات میں ہمیشہ احمد رضا خانؒ کو شامل رکھا گیا،ان کی آراء کو میرٹ پر خاصی پذیرائی ملتی رہی۔راقم کی ناقص رائے کے مطابق شاید ہی کوئی ایسا معاملہ ہو جس میں مشاورتی معاملات یا عملی اقدام میں احمد رضا خان شامل نہ ہوں۔بلامبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ احمد رضا خانؒ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب کی صف اوّل کے سپاہی تھے جنہیں قبلہ حضور کی خصوصی شفقت اور قرب کی سعادت حاصل رہی۔

قلمی،علمی،تبلیغی و اشاعتی خدمات میں بھی احمد رضا خانؒ پیش پیش رہے۔

سلسلہ توحیدیہ کی کم وبیش تمام کتب کی تدوین ،ترویج و اشاعت میں احمد رضا خانؒ کی خدمات کا سلسلہ جاری رہا۔اپنی زندگی کے آخری تین ماہ میں انہوں نے قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کی کتاب 'مقالاتِ معرفت' کے مسودہ کو حتمی شکل دی،اس کی تدوین و اشاعت کرائی،اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے سالانہ کنونشن ۲۰۲۳ء کے موقع پر اس کتاب کو ایک بہترین تقریب رونمائی کے بعد استفادہ عام کے لئے پیش کیا۔مجلّہ فلاح آدمیت کے خاص نمبر بعنوان 'سلور جوبلی نمبر' کے مسودہ کو حتمی شکل دی ۔ان سرگرمیوں میں مرکز تعمیر ملت سے جناب ماجد محمود توحیدی صاحب اور راقم کو بھی ان کے ساتھ کام کا موقع ملا ۔مجلّہ فلاح آدمیت کا شمارہ دسمبر ۲۰۲۳ء وہ آخری شمارہ ثابت ہوا جس کے تمام تر مندرجات احمد رضا خانؒ کا انتخاب تھے ۔

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب توحیدی کی ہدایات اور راہنمائی میں ڈاکٹر احمد رضا خانؒ نے جناب شفیق احمد صاحب اور خادم حلقہ توحیدیہ گوجرانوالہ جناب محمد ریاض صاحب کے ساتھ کئی توحیدی حلقہ جات کا دورہ کیا اور تحصیل حاصل گفتگو کی ۔حلقہ گوجرانوالہ کے بھائیوں سے جب بھی رابطہ ہوا ڈاکٹر احمد رضا خان کا خوب تذکرہ ہوا ۔خیر سگالی کلمات اچھی امیدوں پر ختم ہوتے ۔مختصر وقت میں اتنا کچھ کرنے کے باوجود جب بھی ان سے بات ہوئی تو کچھ کر گزرنے کا جوش اور ولولہ پر بات ختم ہوئی ۔وقت تھا گزر گیا ۔کیا حال احوال، کیا تذکرہ اور کیا باتیں ۔اب تو سب باتیں پل بھر میں یادیں بن کر رہ گئی ہیں ۔

سوگوار خاندان میں ڈاکٹر احمد رضا خانؒ کی والدہ محترمہ،ان کی اہلیہ،ان کے ننھے منے معصوم بچوں: دونوں صاحبزادیوں اور صاحبزادے،ان کے بھائی بلال خان اور بہنوں سمیت تمام عزیز و اقارب کے لئے دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے خصوصی کرم سے انہیں صبر عطا فرمائے ،ان پر اپنی طرف سے کرم فرمائے اور ان پر اپنی رحمتوں کا سایہ رکھے ۔آمین ۔

کچھ یادیں ، کچھ باتیں

(محمد عزیز عارف)

میرا آبائی تعلق کشمیر کے ضلع پونچھ کی تحصیل پلندری سے ہے۔والد گرامی حاجی دل محمد تحصیل پلندری کے ایک گاؤں 'بیچھے چھن' میں رہائش پذیر تھے۔میری پیدائش (۲۰ نومبر ۱۹۵۱ء)اور دینی و ابتدائی تعلیم اسی گاؤں سے ہے۔اپنے آبائی گاؤں سے اچھے نمبر لے کر میٹرک کیا۔ایف ایس سی پری انجینئرنگ(F.Sc. Pre- Engineering) کے لئے گورنمنٹ ڈگری کالج اصغر مال راولپنڈی داخلہ لیا جہاں سے کہوٹہ کالج جا کر پاس کر کے اپنے ماموں کے پاس آ گیا جو پاکستان کی مسلح افواج میں ملازم اور گلبرگ لاہور میں رہائش پذیر تھے۔لاہور قیام کے دوران ۱۹۷۱ء میں اپنی پھوپھی زاد سے شادی ہوئی۔بیگم کا نام 'طاہرہ' تھا۔ان سے ایک بیٹی 'عائشہ نسرین' (پیدائش: ۱۸ جون ۱۹۹۰ء) ہے جو اپنے گھر آباد ہے۔ایک بیٹا لاہور قیام کے دوران پیدا ہوا جو فوت ہو گیا، دوسرا کویت میں پیدا ہوا اور فوت ہو گیا۔بیگم نے اٹھائیس (۲۸) سال شوگر کے عارضہ میں مبتلا رہ کر ۵ دسمبر ۲۰۰۸ء کو گردے فیل ہو جانے سے وفات پائی جسے لالہ زار راولپنڈی کے قبرستان میں سپردخاک کیا گیا۔اب مستقل رہائش راولپنڈی میں ہے۔یہاں پہلے ایک گھر بنوایا، اسے بیچ دیا، اب دوسرے گھر میں رہتا ہوں۔

پاک فضائیہ میں میری ملازمت کا آغاز ۱۰ ستمبر ۱۹۷۱ء کو کوہاٹ سے ہوا۔ابھی ہم نئے ہی تھے کہ ۱۹۷۱ء کی جنگ شروع ہوئی، پشاور سے یہ جنگ لڑی۔کوہاٹ سے فراغت کے بعد کورنگی کریک گئے۔کوہاٹ میں ٹریننگ مکمل ہوئی تو اپریل ۱۹۷۲ء میں مجھے RADAR Mechanic کا Trade دے کر کورنگی کریک بھیج دیا گیا۔ ۱۹۷۵ء میں ایڈوانس کورس کیا، ڈرگ روڈ کراچی تعیناتی ہو گئی، یہاں تعیناتی کے دوران والی بال ٹیم میں چلا گیا مگر ماحول پسند نہیں آیا اور واپس آ گیا۔۱۹۷۸ء میں چینی راڈار کا کورس کیا اور لاہور تعیناتی ہوئی جہاں ۱۹۸۲ء تک رہا۔جرمنی کے راڈار کا کورس آیا۔اس کورس کے بعد ۱۹۸۲ء میں ملیر کراچی بھیجا گیا جہاں سے اسی سال ہی چکلالہ بھیجا گیا۔چکلالہ سے کراچی اور پھر رحیم یار خان آیا

جہاں کم وبیش دو سال رہا تو کویت Deputation آئی ۔میرا دوسرا نمبر تھا۔مجھ سے پہلے بندے نے داڑھی رکھی تھی ۔کویت کے قانون کے مطابق وردی والے کسی داڑھی والے کو Deputation پر نہیں لیا جاتا تھا۔ دیکھا گیا کہ آگے کون ہے تو میرا نام آیا۔۱۹۸۴ء سے ۱۹۸۷ء تک کویت رہا۔واپسی پر میں کسی ایک جگہ پوسٹنگ چاہتا تھا تو چکلالہ میں اس جگہ پوسٹنگ ہوئی جہاں سید عطاء اللہ شاہؒ اور الحاج محمد مرتضیٰؒ بھی تعینات رہے تھے ۔ریٹائرمنٹ میں تین ماہ کی توسیع ہوئی اور ۱۳ نومبر ۱۹۹۷ء کو ملازمت سے فراغت ہوئی۔ریٹائرمنٹ کے بعد Centaurus hotel میں ملازمت ملی۔یہ اسلام آباد میں 7-Star ہوٹل اور بہت بڑا شاپنگ مال ہے۔یہاں بین الاقوامی کانفرنسیں بھی ہوتی ہیں ۔یہاں کشمیر کے وزیراعظم سردار تنویر الیاس کے ساتھ رہے،اس کے PA تھے۔یہ ملازمت ۲۰۰۷ء سے ۲۰۱۷ء تک کم وبیش دس سال رہی ۔

ہمارا گھرانہ نماز، روزہ اور ذکر اذکار کا پابند تھا۔خاندان کے بیشتر افراد پہلے سلسلہ قادریہ زاہدیہ میں بیعت تھے، بعد میں اکثر لوگوں کا رجحان گولڑہ شریف کی طرف ہوا۔میرے والد محترم اکوڑہ خٹک میں ایک صوفی بزرگ پیر سید مہربان علی شاہ سے بیعت تھے۔اس بزرگ کا مزار اکوڑہ خٹک میں مولانا سمیع الحق کے مدرسہ سے ملحق ہے۔میرے دادا اوران کے بھائی اللہ اللہ کرنے والے بزرگ تھے، میرے دادا کے بھائی کو اس روحانی سلسلہ سے سند خلافت ملی ہوئی تھی ۔پیر نذیر احمد کے ایک خلیفہ کشمیر میں تھے جن کی وساطت سے میرے والد گرامی نے ان کے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی ۔پیر نذیر احمد کا انتقال ہوا تو ان کے بیٹے ہارون الرشید گدی نشین ہوئے، دوسرے بیٹے گل بادشاہ نے راولپنڈی میں الگ گدی بنا کر اپنے والد کے کئی پرانے مریدوں کو ساتھ ملایا۔میرے والد بھی ان کے ساتھ رہے۔ گھر میں ماحول پیروں فقیروں والا تھا مگر اس فقیری کو دل نہیں مانتا تھا۔ایک دفعہ خواب میں ہارون الرشید صاحب نظر آئے،والد صاحب کو بتایا تو انہوں نے کہا کہ بیعت ہوجاؤ مگر میں بیعت نہ ہوا۔

گلبرگ لاہور میں اپنے ماموں کے ہاں رہائش کے دوران کئی بار گنبدوالی کوٹھی کے سامنے سڑک سے گزر ہوا۔بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ ان دنوں محمد علی صاحب کی اس گنبدوالی کوٹھی میں رہائش پذیر تھے۔کئی بار انہیں سامنے سکھ چین کے درخت کے نیچے بیٹھے دیکھا۔

اکثر ان کے پاس دوسرے لوگ بھی بیٹھے نظر آئے۔انہیں دیکھ کر یہی تاثر قائم ہوا کہ یہ لوگ کتنے سکون سے بیٹھے ہیں۔ان لوگوں سے مزید تعارف یا شناسائی نہ ہوئی۔اسی دوران پاک فضائیہ میں ملازمت ہوئی اور میں لاہور سے کوہاٹ آ گیا۔ملازمت کی ابتدائی تربیت میں کئی سکوارڈن بنے ہوئے تھے جن کے نام شہداء کے نام پر تھے: رفیقی سکوارڈن، علاؤالدین سکوارڈن، منیر سکوارڈن ۔۔۔میں اپنے رفیقی سکوارڈن میں Senior man تھا جس کا کام پریڈ کراتے اپنی سکوارڈن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا ہوتا تھا۔ہمیں منیر سکوارڈن سے تنخواہ ملتی تھی تو میں اپنے سکوارڈن کو پریڈ کراتا ہوا وہاں لے گیا۔ اس جگہ میری ملاقات رشید صاحب سے ہوئی جو انصاری صاحبؒ کے مرید تھے۔یہ دوسرے لوگوں کے برعکس بڑے نرم اور شگفتہ مزاج تھے۔کوہاٹ میں ملنے والے دوسرے لوگ سب ہی بڑے تند خو، سخت گیر اور تلخ مزاج تھے۔رشید صاحبؒ نے حال احوال پوچھا، چند منٹ ان سے مختصر گفتگو ہوئی، بیا چھے لگے۔

کورنگی کریک میں ٹریننگ پر جو استاد ملے وہ سیالکوٹ سے تھے۔بڑے اچھے نفیس انسان تھے۔ایک دن انہوں نے کہا کہ کل سے میری جگہ آپ کو ایک دوسرا Instructor پڑھائے گا۔ یہ بزرگ آدمی ہیں اور سکیسر سے آ رہے ہیں۔میں نے پوچھا کہ کیا ان کی داڑھی ہے؟ جواب ملا: نہیں ہے۔میں نے پھر بزرگی کی نشانی پوچھی تو انہوں نے دلچسپ بات بتائی۔کہنے لگے کہ ہم سب میں سے ایک بندے نے امتحان کے بعد پشاور بیس پر تعینات ہونا تھا، باقی سب نے کراچی رہنا تھا۔ہم دن رات محنت کرتے۔رات دس بجے لائٹ بند کر دی جاتی تو ہم دیر تک باہر کھمبے کی لائٹ پر پڑھتے رہتے۔ یہ جو ہیں ان کا معمول تھا کہ یہ سمندر کے کنارے ایک بزرگ بابا حیدر شاہؒ کے مزار پر چلے جاتے اور ذکر اذکار کرتے رہتے۔ان کی طرف سے رات کا کھانا دیر سے کھانے کا لکھا ہوتا تھا۔اس بزرگ حیدر شاہؒ کے بارے میں کئی باتیں مشہور ہیں۔کوئی اسے صحابی کہتا ہے تو کوئی اسے محمد بن قاسم کی فوج کا سپاہی کہتا ہے۔ امتحان ہوا۔سب کو نتیجے کی فکر تھی۔یہ انسٹرکٹر بازار گئے، انہوں نے اپنے نام کا Letter Pad اس طرح چھپوایا کہ اس پر وہ Rank لکھوایا جو کورس کے بعد انہیں ملنا تھا، اور ساتھ ایڈریس PAF Base Peshawar لکھوایا اور ساتھ لے آئے۔ہم سب اس بندے کو پاگل سمجھتے تھے کہ اس نے تو پڑھا ہی نہیں ہے، اس حرکت پر تو سب نے یہی کہا کہ ثابت ہو گیا کہ یہ واقعی پاگل ہے۔

ہم سب نے یہی سن رکھا تھا کہ پشاور میں جو بھی جائے گا وہ کوئی بڑا سفارشی بندہ ہوگا۔ جب رزلٹ آیا تو یہ پاس بھی ہو گئے، ان کا Rank بھی آیا، اور ان کی تعیناتی پشاور بھی ہو گئی۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ آپ کو یہ کیسے پتا چلا تھا کہ آپ کو Rank ملے گا اور آپ پشاور جائیں گے۔ انہوں نے کہا: مجھے میرے مرشد نے بتا دیا تھا۔ ہم نے ان کے مرشد کا نام پوچھا تو انہوں نے کہا: خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ۔

اگلے دن یہ نئے انسٹرکٹر آئے تو یہ اچھے موٹے تگڑے، مونچھیں رکھی ہوئیں۔ تعارف ہوا تو میں نے ان سے سوال کیا: ہمیں پتا چلا ہے کہ آپ کوئی بزرگ ہیں۔ آپ کیا کسی سلسلے سے بیعت ہیں؟ انہوں نے جواب میں مجھ سے پوچھ لیا کہ آپ کو سلسلوں کا پتا ہے؟ میں نے کہا: جو مشہور سلسلے ہیں نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ، انہیں تو جانتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ میرے سلسلے کا نام ہے: سلسلہ عالیہ توحیدیہ۔ میں نے کہا: یہ نام کبھی پہلے نہیں سنا۔ انہوں نے کہا: میرا یہ جدید سلسلہ ہے۔ میں نے بات مزید کرنا چاہی مگر انہوں نے کہا کہ اس پر بات دوبارہ کریں گے۔ ہمارے یہ نئے انسٹرکٹر سکیسر سے مہر عبدالمجیدؒ تھے۔

مہر عبدالمجید صاحب سے اگلی ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنے سلسلہ کا تعارف بڑے مزیدار طریقے سے کرایا۔ انہوں نے کہا کہ ہم چوبیس گھنٹے پاس انفاس کرتے ہیں۔ یہ ایسا ذکر ہے جو آپ واش روم میں بھی کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم رات کے اوقات میں ایک تسبیح ذکر نفی اثبات کرتے ہیں یہ اس دور کی بات ہے جب بانیٔ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اپنے مریدین کو ہدایت کی تھی کہ قرب و جوار میں پھیل جائیں اور سلسلہ کا تعارف کرائیں۔ اسی ہدایت پر ہم سلسلہ سے متعارف ہوئے اور سات آٹھ لوگ حلقۂ توحیدیہ میں جانا شروع ہوئے۔ میں نے اپنا انفرادی ذکر ابھی شروع نہیں کیا تھا۔

ایک دن مہر عبدالمجید صاحب نے کہا کہ سرگودھا سے انصاری صاحبؒ کے مجاز محمد صدیق ڈار صاحب پوسٹنگ پر یہاں کورنگی کریک آ رہے ہیں۔ میں نے سوچا کہ ایک حقیقت ہوتی ہے اور ایک مجاز۔ یہ کوئی Second in command شخصیت ہوں گے۔ ہمیں دور سے ڈار صاحب دکھائے گئے۔ بہت سمارٹ شخصیت، خوبصورت لباس، ٹائی وغیرہ۔ بعد ازاں ذکر میں ملاقات ہوئی تو مزید تعارف ہوا۔

میرے لڑکے گارڈ ڈیوٹی پر تھے۔ ایک بندہ بیمار تھا، گارڈ کمانڈر نے کہا کہ اس کی جگہ کوئی بندہ بھیجیں۔ کوئی اور نہیں تھا تو میں خود چلا گیا اور وہاں رجسٹر پر اندراج کرتا رہا۔ پیر بھائی حلقۂ ذکر پر گئے،

میں نہ جا سکا۔ واپسی پر پیر بھائی رفیع صاحب (جو راولپنڈی میں فوت ہوئے) نے مجھے ایک لڈو دیا اور بتایا کہ ڈار صاحب نے پوچھا تھا کہ وہ لمبا سا لڑکا کہاں ہے؟ انہیں بتایا کہ ڈیوٹی پر ہے اس لئے ذکر پر نہیں آیا۔ ڈار صاحبؒ نے یہ لڈو دیا ہے کہ یہ اسے کھلا دینا۔ میں نے وہ لڈو کھایا، پھر ادھر اُدھر نہیں ہوا۔

ان دنوں کراچی میں مرکزی حلقہ ذکر آپا شمسہ (دختر حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ و زوجہ خواجہ فخر الحسن) کی رہائش گاہ پر ہوتا تھا۔ جناب محمد صدیق ڈار صاحب کورنگی سے دو بسیں لے کر یہاں شرکت کرتے اور ذکر کراتے۔ میں طالب تھا، شجرہ یاد تھا، میں نے یہاں ذکر بھی کرایا، مجھے ڈار صاحبؒ نے اپنے سامنے بٹھا کر مرکزی حلقہ ذکر کرایا، یہاں سے میرا نظام چلا۔ میری تعیناتی سون سکیسر ہو گئی۔ میں یہاں آنے لگا تو مجھے بتایا گیا کہ وہاں پکے بنکر بنے ہیں، کسی بنکر کو صاف کر لینا اور خوب لگا کے ذکر کرنا میں نے ایک بنکر کی صفائی کی، جائے نماز رکھی، اور اپنے قیام کے دوران خوب ذکر کرتا رہا۔ سالانہ کنونشن ۱۹۷۳ء کا انعقاد ملتان میں ہوا۔ اس کنونشن پر بانیٔ سلسلہ کے دست مبارک پر بیعت کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہاں سے لاہور آیا۔ آستانہ عالیہ تو حیدیہ ۹۲۔ جی ماڈل ٹاؤن لاہور بن چکا تھا۔ سون سکیسر جاتے ہوئے انصاری صاحبؒ سے یہاں ملاقات ہوئی۔ آپؒ برآمدے میں تشریف فرما تھے میں آپریشن کی وجہ سے آستانہ کی افتتاحی تقریب میں شریک نہ ہو سکا اور یہاں سے سون سکیسر آ گیا۔

انصاری صاحبؒ نے آستانہ عالیہ توحیدیہ پر رہائش اختیار کی تو ہر ماہ کی پہلی تاریخ کوئی نہ کوئی بہانہ بنتا اور آستانہ پر انصاری صاحبؒ سے ملاقات ہو جاتی۔ بڑا مزہ آتا۔ ایک مرتبہ لاہور آتے ہوئے خادم حلقہ نے کہا کہ تم جا رہے ہو تو یہ حلقہ فنڈ لیتے جاؤ۔ میں نے حلقہ فنڈ دیا تو آپؒ نے یہ رجسٹر میں درج کر لیا۔ میں نے ایک اور پانچ روپے کا نوٹ نکال کر دیا تو آپؒ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ میں نے کہا: میں آ گیا، حلقہ فنڈ نہیں دیا تھا، یہ میرا حلقہ فنڈ ہے۔ قبلہ حضورؒ نے فرمایا: یہ تو زیادہ ہے، تمہارا حلقہ فنڈ تو تھوڑا بنتا ہے۔ میں نے کہا: قبلہ حضور ڈھائی روپے دیتے شرم آتی ہے اس لئے میں پانچ روپے دیتا ہوں۔ آپؒ نے مجھے تھپکی دی اور فرمایا: مجھے ایسے لوگ بہت پسند ہیں۔

میں ایک مرتبہ اپنے دادا کے پاس ملنے گیا تو ساتھ بانیٔ سلسلہ کی کتب چراغ راہ اور طریقت توحیدیہ لیتا گیا۔ کتابیں وہاں انہیں پڑھ کے سنائیں، ان کی ایک چھوٹی سی بیٹھک تھی یہاں بیٹھ کر میں

نے ذکر بالجہر کیا۔ میں ذکر سے فارغ ہو کر آیا، وہ سن رہے تھے تو انہوں نے مجھے کہا: بڑی لے ہے تمہاری ماشاءاللہ۔ تمہیں جو مرشد ملے ہیں یہ صحیح اللہ والے بزرگ ہیں، یہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے تصوف کو اس قدر کھول کر بیان کیا ہے۔ ہم اللہ اللہ کرتے جا رہے ہیں مگر ہمیں مرشد نے ہمیشہ یہی کہا ہے کہ تم میں ابھی کچھ فرق ہے۔ جب میں دادا سے مل کر واپس آنے لگا تو انہوں نے مجھے کہا کہ میں مر جاؤں تو میرے لئے دعا کرانا، شاید میرا بیڑا پار ہو جائے۔ میں نے انصاری صاحبؒ سے ان کا تذکرہ کیا تھا۔ کافی دیر بعد انصاری صاحبؒ کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ دادا مر گئے ہیں، ان کے لئے دعا بھی کرائی تو انصاری صاحبؒ نے فرمایا: یہاں تو ہم نے پار کر دیا ہے، آگے اللہ مالک ہے۔

میرے دادا کے مرشد کے مزار کے تنازعہ پر دو چچازاد آپس میں لڑے، ایک سے دوسرا قتل ہو گیا۔ مقدمہ چلا، آخر صلح ہو گئی۔ زندہ بچ جانے والے نے پتا کیا کہ کشمیر میں میرے دادا کے ایک بزرگ تھے جن کے پاس ان کی دستار اور جبہ وغیرہ تھیں۔ یہ اس دستار اور جبہ کے لئے کشمیر گیا، وہاں سے پتا چلا کہ وہ بزرگ راولپنڈی چلے گئے ہیں، اس سلسلے میں وہ میرے دادا کی قبر پر آیا، مراقبہ کیا اور کہا کہ یہ تو بڑے اچھے مقام پر ہیں۔ میرا کزن ان کے ساتھ تھا جس نے مجھے بتایا کہ انہوں نے دادا کے بارے میں یہ کہا ہے۔ میں نے اپنے کزن کو بتایا کہ دادا کو یہ مقام میرے مرشد انصاری صاحبؒ کی طرف سے ملا ہے۔ میں نے ان کے لئے دعا کرائی تھی۔

قبلہ انصاری صاحبؒ کے کولہے کی ہڈی ٹوٹی تو بھائی ڈیوٹی پر آتے تھے۔ کراچی سے میں نے ڈیوٹی کے لئے اپنا نام دیا۔ خط میں قبلہ عبدالستار خان صاحبؒ کو لکھ کر پوچھا کہ اکیلا آدمی ہوں، بیگم کو ساتھ لا سکتا ہوں؟ انہوں نے اجازت دے دی۔ ہم گئے تو ڈیوٹی پر راولپنڈی والے حمید صاحبؒ اور ڈاکٹر مسعود کے والد مقبول اقبال تھے جو ایئر فورس میں تھے اور پیر محل، ٹوبہ ٹیک سنگھ کے رہائشی تھے۔ قبلہ انصاری صاحبؒ نے مقبول اقبال صاحب سے کہا کہ تم نے میری بڑی خدمت کی ہے مگر جب میں مروں گا تو تم یہاں نہیں ہو گے۔ ایسا ہی ہوا۔ جب قبلہ انصاری صاحبؒ کا انتقال ہوا تو اس سے پہلے اتفاق سے انہیں کشمیر کے بارڈر پر بھیج دیا گیا اور یہ قبلہ حضور انصاری صاحبؒ کے انتقال کے وقت موجود نہیں تھے۔ ڈاکٹر مسعود اٹامک انرجی میں ہیں، اب شاید چیئرمین بننے والے ہیں، یہ ڈاکٹر مسعود بھی کافی عرصہ

قبلہ خان صاحبؒ کے دور میں آستانہ پر رہے۔ میری ڈیوٹی کبھی نہیں لگی تھی۔ سمجھ نہیں تھی کہ کیا کرنا ہے۔ انصاری صاحبؒ کی چارپائی کے پیچھے ایک موڑھا تھا، میں وہاں بیٹھ گیا۔ قبلہ انصاری صاحبؒ نے سب کو اٹھا دیا، میں بچ گیا۔ میں نے کہا کہ میں بچ گیا ہوں۔ قبلہ انصاری صاحبؒ نے پوچھا: تم عارف ہو؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ آپؒ نے پوچھا: سورۃ یٰسین آتی ہے؟ میں نے کہا: جی آتی ہے۔ آپؒ نے فرمایا: مجھے پڑھ کر دم کرو۔ میں نے سورۃ یٰسین پڑھ کر دم کیا تو مجھے بھی باہر بھیج دیا کہ اب خواتین کا ٹائم ہے۔ ہم سب باہر لان میں چلے گئے۔ وہاں ملازم لڑکا مٹھائی لے کر آیا۔ عام طور پر بیعت کے وقت مٹھائی آتی تھی۔ ملازم نے مبارک دی کہ آپ کو مبارک ہو آپ کی بیگم بیعت ہو گئی ہے۔ میں نے رات کو پوچھا تو بیگم نے بتایا: خواتین بیٹھیں تو انصاری صاحبؒ نے پوچھا کہ یہ لڑکی کون ہے؟ بتایا گیا کہ عارف کی بیگم ہے۔ پوچھا: کیوں آئی ہے؟ قبلہ انصاری صاحبؒ کو بتایا گیا: بیعت ہونے آئی ہے۔ قبلہ انصاری صاحبؒ نے بیعت کر لیا۔ میری بیگم خواتین میں قبلہ انصاری صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت ہونے والی آخری خاتون تھی۔ اس کے بعد انصاری صاحبؒ کا انتقال ہو گیا۔

قبلہ انصاری صاحبؒ کا وصال ہوا تو میں ڈرگ روڈ کراچی میں تھا۔ ڈیوٹی سے گھر آ رہا تھا تو راستے میں ایک بندہ ملا جو ہمارے حلقہ سے نہیں تھا۔ اس نے کہا: تمہیں پتا ہے؟ اس نے اتنا ہی کہا تو میں نے جواب دیا: پہلے پتا نہیں تھا، اب پتا چل گیا ہے۔ اس نے پوچھا کہ کیسے پتا چلا ہے؟ میں نے کہا: ایک ہی خبر Alarming تھی، جو آئی ہے۔ کراچی سے چھٹی لے کر لاہور روانہ ہوئے۔ انصاری صاحبؒ کی تدفین کے تین چار دن بعد آستانہ پر پہنچے۔ آستانہ پر لوگ بیعت کے فارم پُر کر رہے تھے تو میں نے بھی ان کے ساتھ بیعت فارم پُر کر دیا۔

قبلہ عبدالستار خان صاحبؒ کے دور میں کراچی میں پانچ، چھ حلقے قائم تھے۔ یہاں لانڈھی میں ایک حلقہ ذکر کے موقع پر جھگڑا ہوا جس کا موضوع آستانہ عالیہ تو حیدیہ پر مالی معاملات تھے۔ کافی بدنظمی ہوئی۔ یہاں تک کہا گیا کہ ہم حلقہ فنڈ دیتے ہیں تو آستانہ پر اس فنڈ سے لوگوں کی اولادیں اس فنڈ پر پلتی ہیں۔ میں نے یہاں کہا کہ ہم حلقہ فنڈ اللہ کے لئے دیتے ہیں، اس کے صحیح یا غلط استعمال کے ذمہ دار ہم نہیں ہیں۔ لانڈھی حلقہ میں سارے لوگ عابد علی صاحبؒ کے ذریعے آئے تھے۔

ہمارے دو بھائی مظہر اور غوث ڈرگ روڈ پر رہتے تھے اور Capital exchange میں کام کرتے تھے انہیں فون کرنے کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔انہوں نے فون کر کے سارا حال قبلہ عبدالستار خان صاحبؒ کو سنایا اور مجھے بھی بتادیا۔

جب قبلہ عبدالستار خان صاحبؒ کا تعارف خلیفہ کے طور پر کرایا گیا تو انصاری صاحبؒ نے مجھے کہا تھا کہ ان سے فیض لو۔انصاری صاحبؒ اپنے سامنے اپنی زندگی میں حلقہ تو حیدیہ قبلہ عبدالستارؒ کے حوالے کر گئے تھے۔جب یہ لاڈھی حلقہ والا واقعہ ہوا تو مجھے بھی کئی لوگوں نے متنفر کرنے کی کوشش کی مگر میں نے صاف کہا کہ میں قبلہ عبدالستار خان صاحبؒ کو نہیں چھوڑوں گا۔انہیں دنوں قبلہ انصاری صاحبؒ میرے خواب میں آئے اور کہا کہ تم نے ٹھیک سوچا ہے۔خان صاحبؒ کا ساتھ نہ چھوڑنا۔اس خواب کے بعد قبلہ عبدالستار خان صاحبؒ سے میری وابستگی میں مزید مضبوطی آئی۔میں نے ان کی وفات تک انہیں نہیں چھوڑا۔

جب بھی چھٹی پر جاتا تو میں آستانہ عالیہ توحیدیہ جاتا تھا۔لاہور تعیناتی ہوئی تو کم وبیش چار سال ہماری مستقل رہائش آستانہ عالیہ توحیدیہ پر رہی۔میرا اور میری بیگم طاہرہ کا شمار آستانہ عالیہ توحیدیہ پر اندر کے بندوں میں ہوتا تھا۔اندرون خانہ کسی پر اعتماد نہیں کیا جاتا تھا مگر اس کے باوجود ہم دونوں میاں بیوی کو مکمل اعتماد حاصل تھا۔سب کو معلوم تھا کہ یہ اندر کے بندے ہیں۔کسی کو آستانہ کے اندرونی معاملات کی خبر نہیں ہوتی تھی مگر ہم سے کبھی کچھ نہیں چھپایا گیا۔اماں نور جہاں کسی پر ذرہ برابر Trust (اعتبار) نہیں کرتی تھیں۔سب سے ہر چیز چھپا کر رکھتی تھیں۔یہ شاید اس لئے تھا کہ وہ ایک ہندو عورت کی بیٹی تھیں۔میرے اور میری بیگم کے بارے میں اماں نور جہاں یہ کہتی تھیں:ان کے دل بھرے ہوئے ہیں،کسی چیز کو دیکھیں بھی تو ان کی نظر نہیں لگتی۔ہمارے بغیر کسی کے سامنے کبھی کچھ نہیں کھولتے تھے۔آستانہ کے سودا سلف تک کے بارے میں کسی کو کوئی خبر نہیں ہوتی تھی کہ کیا آرہا ہے۔یہ سودا سلف تک سب ہمارے سامنے رہتا تھا۔کبھی ہم سے کوئی چیز چھپا کر نہیں منگوائی گئی یا ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ہم سے کوئی چیز چھپائی گئی ہو۔اماں نور جہاں جو کچھ بھی کرتی تھیں ہمیں یہ سب پتا ہوتا تھا۔عملیات اور اس کے علاوہ بھی جو کچھ ہوتا وہ سب ہمیں پتا تھا۔اس وقت بھی یہ سب چیزیں دیکھ کر لگتا تھا کہ انصاری صاحبؒ کی تعلیم کو یہ کوئی اہمیت نہیں دیتے۔قبلہ خان صاحبؒ بھی جو اللہ اللہ کرتے تھے یہ اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے

تعلیم والی کوئی بات نہیں تھی۔

میری کویت Deputation آئی تو میں نہیں جانا چاہتا تھا۔قبلہ عبدالستار خان صاحبؒ نے کہا: چلے جاؤ،ہم نے اس کے لئے دعائیں کی ہوئی ہیں۔ حلقے کا بھی اس میں فائدہ ہوگا۔والد صاحب نے بھی کہا کہ چلے جاؤ۔ایک کمانڈنگ افسر تھے جو عیسائیت سے مسلمان ہوئے تھے۔ انہوں نے بھی کہا:میں نے حج عمرہ بھی کیا ہے،پیسے بھی ملے ہیں تم بھی ضرور جاؤ۔نوکری تو بندہ بعد میں بھی کر لیتا ہے۔میں نے جانے کا فیصلہ کرلیا۔ میں کویت گیا تو میری بیگم آستانہ پر رہی۔شاہد کا بیٹا مزین اسی ہفتے پیدا ہوا جب اندرا گاندھی قتل ہوئی۔یہ مجھے اس طرح یاد ہے کہ کویت میں ہمارے تین حلقے تھے۔خادم حلقہ کوہاٹ سے تعلق رکھنے والے رحمت اللہ نامی ہمارے پیر بھائی تھے۔وہ جب بھی حلقہ پر جاتے تو مجھے اپنے ساتھ لے جاتے۔ان کے پاس National Construction Company تھی جہاں سکھ بھی کام کرتے تھے اور ہمارا حلقہ ذکر بھی ہوتا تھا۔اس لئے سکھوں سے بھی ملاقات رہتی۔ میں اس دن گیا تو سکھ بال کھولے ناچ رہا تھا۔میں نے پوچھا کہ کیوں ناچ رہے ہو؟اس نے بتایا: جس اندرا گاندھی نے Golden temple کی بے حرمتی کی تھی اسے ہمارے سکھڑے نے مار دیا ہے۔ اس رات حلقہ پر گئے،واپسی پر بیگم نے بتایا کہ چار روز پہلے شاہد کا بیٹا پیدا ہوا ہے،اس کے چلّے کی ڈیوٹی میری ہے۔اس کے بعد جب میں پاکستان آیا تو بیگم کو بھی ساتھ کویت لے گیا تھا۔

حلقہ فنڈ پر اہل خانہ کا کنٹرول تھا جسے مرضی سے خواتین خانہ مرضی سے خرچ کرتی تھیں۔قبلہ خان صاحبؒ کا ایک گھر ٹاؤن شپ لاہور میں ایک کنال کا بنا ہوا تھا،اس گھر میں ہمارے ایک بھائی حنیف صاحب کرائے پر رہتے تھے،ہم ان سے ملنے جاتے تھے۔یہ لیبیا سے آئے تھے اور الیکٹریکل انجینئر تھے۔ان سے بعد میں خالی کرایا گیا۔اس کو Renovate کرایا گیا۔میری بیگم کے بقول کلثوم حلقہ فنڈ کی رقوم سے پیسے نکال کر اپنا گھر ٹھیک کراتی تھی۔انہیں اندازہ تھا کہ قبلہ خان صاحبؒ بیمار ہیں، ان کے بعد ہمیں آستانہ پر کوئی نہیں رہنے دے گا،اس لئے پہلے سے ہی یہ گھر Renovate کر کے رکھ لیتے ہیں۔ان کی محبت میں اپنا گھر میں نے بھی ٹاؤن شپ لاہور میں قریب ہی بنوایا۔کچھ عرصہ قبل ہم وہاں گئے تو گھوم پھر کر میرے گھر کی جگہ ہم گئے جہاں اب بھی میرے نام کی تختی لگی ہوئی تھی،بجلی کے بل

میرے نام کے آ رہے تھے۔ خان صاحبؒ سے تعلق میں ہم نے یہ گھر بنوایا تھا، ان کی وفات کے بعد وہ تعلق نہ رہا تو ہم نے بھی گھر بیچ دیا۔

حلقہ فنڈ کی رقوم سے آستانہ عالیہ تو حیدیہ سے ملحقہ ایک پلاٹ خریدا گیا۔ ایک ٹھیکیدار زاہد حسین تھا، اس نے آستانہ، اس کی اوپر والی منزل، اور ہال وغیرہ بنائے تھے۔ اسی ٹھیکیدار نے قبلہ خان صاحبؒ کا ٹاؤن شپ والا گھر بھی بنایا تھا۔ اسی ٹھیکیدار نے کسی بندے سے آستانہ کے ساتھ ملحق یہ پلاٹ بھی لے کر دیا۔ قبلہ انصاری صاحبؒ کے مزار کے سرہانے کی طرف اس کا دروازہ رکھا گیا تھا۔ اس پلاٹ کا رقبہ چودہ مرلے تھا۔ اس وقت ماڈل ٹاؤن لاہور میں قیمت پانچ (۵) لاکھ روپے فی مرلہ تھی یہ پلاٹ ستر (۷۰) لاکھ روپے میں خریدا گیا اور ملکیت شاہد کے نام کی گئی۔

قبلہ عبدالستار خان صاحبؒ کی وفات سے پہلے ابھی یہ بیمار نہیں ہوئے تھے تو ایک دن ہم سب اکٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ قبلہ خان صاحبؒ کے پاس اہل خانہ میں، خان صاحبؒ کا بھتیجا عمران جسے سب 'مانی' کہتے تھے، دوسرا بھتیجا کامران جسے سب 'کامی' کہتے تھے، یہ دونوں بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ کامی قبلہ عبدالستار خان صاحبؒ کا لے پالک بھی تھا۔ ہم سب دسترخواں پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے تو کلثوم نے یہ بات چھیڑی: ابو جان! آپ نے ابھی تک کوئی خلیفہ نہیں بنایا۔ آپ شاہد (داماد قبلہ خان صاحبؒ) کو اپنا خلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے۔ یہ بات سن کر قبلہ خان صاحبؒ غصے میں آ گئے اور فرمایا: میں اس کو خلیفہ نہیں بنا سکتا۔ اس کو کبھی نہیں بناؤں گا۔ قبلہ عبدالستار خان صاحبؒ نے یہ بات میرے سامنے کی اور مجھے بات اچھی طرح Clear (واضح) ہو گئی۔

میں ایک کورس کے لئے کراچی گیا۔ واپسی ریل گاڑی پر ہوئی۔ یہ ریل گاڑی اسٹیشن سے پہلے جہاں نواز شریف کا گھر ہے وہاں آہستہ ہوئی تو میں اس سے اتر کر سیدھا آستانہ عالیہ توحیدیہ آ گیا۔ اس وقت برآمدے میں کامی اور شاہد کا بھائی ہوتا تھا جس کا اصل نام شاہد تھا۔ اس غلام رسول نے اپنے نام کے ساتھ شاہد جو لگایا ہے یہ اس کا تخلص ہے، شاہد اس کے اصل نام کا حصہ نہیں تھا۔ میں آستانہ آیا تو کامی اور شاہد نے مجھے ایک فارم دیا کہ یہ فارم پر کر دیں۔ میں نے نہیں کیا۔ کلثوم نے مجھے کہا کہ ابو جان (قبلہ خان صاحبؒ) نے شاہد کو اپنا خلیفہ بنا دیا ہے۔ میں نے کہا کہ میرے سامنے خان صاحبؒ نے کہا تھا

کہ میں اسے خلیفہ نہیں بناؤں گا تو یہ کیسے ہو گیا ہے۔ میں اندر کا بندہ تھا، سارے حالات بھی میرے سامنے تھے۔میں نے وہ فارم دیکھا تو وہ بھی شاہد کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔

جب قبلہ عبدالستار خان صاحبؒ کو Attack ہوا تو انہیں اتفاق ہسپتال لے جایا گیا۔حمید کمانڈو اور چوہدری نور ہمارے دو پیر بھائی تھے جن کے اتفاق ہسپتال کے پیچھے پلاٹ تھے۔حمید کمانڈو Faletti's Hotel لاہور میں سیکورٹی انچارج تھے۔ان کے اتفاق ہسپتال کے عملہ سے بھی اچھے مراسم تھے، یہ ہسپتال کے کام کرا دیتے تھے۔قبلہ خان صاحبؒ کو اتفاق ہسپتال لے گئے تو یہاں نیوروسرجن کوئی نہیں تھا۔یہاں سے ہمیں ڈاکٹر حیات کا پتا چلا کہ وہ نیوروسرجن ہیں اور جیل روڈ پر اپنے پرائیوٹ ہسپتال میں مل سکتے ہیں۔ڈاکٹر حیات نیوروسرجن اور کینسر سپیشلسٹ تھے۔ان سے Appointment لینے کے لئے فون کیا گیا تو وہاں سے جواب ملا کہ ڈاکٹر صاحب کے پاس ایک مہینہ تک کسی کے لئے ٹائم نہیں مل سکتا۔ میں ایک گاڑی لے کر ڈاکٹر حیات کے ہسپتال جیل روڈ پہنچ گیا۔ مجھے موقع پر وہی جواب ملا کہ ایک مہینہ تک وقت نہیں مل سکتا۔میں اونچی آواز میں بات کرتا تھا۔میں نے کہا: ڈاکٹر صاحب سے کہیں کہ وہ سب مریض دیکھ لیں، بس انسانی ہمدردی کے ناطے بعد میں انہیں بھی دیکھ لیں۔میری آواز اونچی تھی جو اندر ڈاکٹر حیات نے خود سن لی اور کہا کہ انہیں کہیں کہ یہ اپنا مریض لے آئیں۔اس طرح ہمیں یہاں وقت مل گیا۔

ہم قبلہ عبدالستار خان صاحبؒ کو لے کر یہاں جیل روڈ آ گئے۔بیگم کلثوم اور اماں نور جہاں بھی ساتھ تھیں۔ڈاکٹر حیات نے مجھے ایک طرف لے جا کر بات کی اور کہا: آپ کو بتا رہا ہوں، خواتین کے سامنے میں یہ نہیں بتا سکتا۔ان کا Tumor آخری سٹیج پر ہے، اگر اسے چھیڑیں گے تو یہ پھیل جائے گا۔انہیں ہم Tranquillizer (نشہ آور دوا) دیں گے تو یہ غنودگی میں رہیں گے، تکلیف نہیں ہو گی۔ میں نے خواتین کو بتایا کہ قبلہ خان صاحبؒ کو اب نشہ آور دوا دی جاتی رہے گی۔ یہ لوگ اس بات سے خوش تھے۔

اب یہ جو قبلہ خان صاحبؒ کی طرف سے اپنی خلافت کی وصیت پیش کرتے ہیں یہ بھی میں نے دیکھی ہے۔اس پر قبلہ خان صاحبؒ کی طرف سے جو دستخط ہیں وہ بھی میں نے دیکھے ہیں، یہ دستخط

قبلہ خان صاحبؒ نے نہیں کیے۔ مجھے قبلہ خان صاحبؒ کے دستخطوں کی پہچان ہے، میں نے کتنے عرصہ تک قبلہ خان صاحبؒ کے دستخط شدہ چیک بنک سے کیش کرائے ہیں، میں نے اپنی بیگم کا بنک اکاؤنٹ ماڈل ٹاؤن میں بنک کی اسی برانچ میں کھلوایا، میں نے کئی خطوط لکھے جن کے جواب مجھے قبلہ خان صاحبؒ نے ارسال کیے،ان پر قبلہ خان صاحبؒ کے دستخط ہیں، میں نے کئی آٹوگراف لئے ان پر قبلہ عبدالستار خان صاحبؒ کے دستخط ہیں، مجھے قبلہ خان صاحبؒ نے اپنے دستخط کر کے اپنی تصویر دی جو میرے پاس تھی اور میں نے مرکز تعمیر ملت پہنچائی ہے، مجھے قبلہ عبدالستار خان صاحبؒ کے دستخطوں کی اچھی طرح پہچان ہے۔ مجھے اس میں کوئی مغالطہ نہیں ہے، وصیت پر جو دستخط ہیں وہ قبلہ خان صاحبؒ کے نہیں ہیں۔قبلہ خان صاحبؒ کی یہ وصیت ہی نہیں ہے۔

میں نے کہا کہ نہ میں شاہد کو خلیفہ مانتا ہوں اور نہ ہی قبلہ خان صاحبؒ نے اسے خلیفہ بنایا ہے۔اس کے بعد شاہد نے خود مجھ سے بات کی، قائل کرنے کی کوشش کی اور کہا: وہاں 'طریقت تو حیدیہ' میں پوتے اور نواسے کا لکھا ہوا ہے، داماد کا نہیں لکھا ہوا۔میں نے یہ سن کر کہا: کیا پوتا اور نواسا بغیر باپ کے آجاتے ہیں؟ قبلہ انصاری صاحبؒ نے ایک نسل آگے تک کی بات لکھ دی ہے۔میں نے شاہد کو خلیفہ نہیں مانا وہ جھوٹا اور خود ساختہ خلیفہ تھا۔غلام رسول شاہد کو میں پیچھے اس کے ملت کالونی ،فیصل آباد کے سارے پس منظر سے جانتا ہوں۔اس کے والد کو ڈی ٹائپ کالونی میں جو گھر الاٹ ہوا تھا اس کا نمبر 857 تھا۔یہ ایک چھوٹا سا گھر تھا جسے پھر انہوں نے بیچ دیا۔اس کا ریکارڈ فیصل آباد کے اربن رورل یونٹ (Urban Rural Unit) میں اب بھی ہوگا۔یہ سارا خاندان بہت چھوٹے لیول پر محنت مزدوری سے گزر بسر کرتا تھا۔اب بھی ان کے بہت سارے رشتہ دار وہاں ہیں۔

اتفاق کی بات ہے کہ جب قبلہ انصاری صاحبؒ کے پاس رستم سدھوا صاحب وصیت تیسری مرتبہ Amendment کر کے آئے تھے تو میں وہاں موجود تھا۔قبلہ انصاری صاحبؒ نے انہیں پڑھ کر سنانے کا کہا تو رستم سدھوا نے وصیت کا متن پڑھ کر سنایا۔انصاری صاحبؒ نے بڑے غور سے اپنی وصیت کے متن کو سنا اور فرمایا: .Now it is upto my spirit (اب یہ میری منشاء کے مطابق ہے) ،اب تم اس کو رجسٹرڈ کرا دو۔قبلہ خان صاحبؒ کی زندگی میں ان کا سارا دور میرے سامنے ہے،

سارے حالات وواقعات میرے سامنے ہیں ۔ میں جانتا ہوں کہ قبلہ خان صاحبؒ نے نہ تو شاہد کو خلیفہ بنایا ہے اور نہ ہی کوئی وصیت لکھوائی ہے اور نہ ہی سامنے آنے والی وصیت پر ان کے دستخط ہیں ۔اس فرضی وصیت پر جعلی دستخط ہیں ۔ میں کیسے غلام رسول شاہد کے ہاتھ پر بیعت ہو سکتا تھا ۔سارے پاکستان سے مریدین سلسلہ کے اجتماع کے موقع پر مجازین کی مجلس مشاورت میں قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کے نام پر شیخ سلسلہ کے لئے اکتفا ہو گیا تو ہم ان کی طرف آ گئے ۔ یہ فیصلہ بالکل میرٹ پر تھا جسے ہم نے تسلیم کیا ۔جدہ میں ہمارے ایک بھائی حافظ محمد شبیر تھے جو جدہ میں خادم حلقہ بھی رہے ۔ میں حافظ محمد شبیرؒ کے ساتھ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی رہائش گاہ پر نو کھر آیا، ہم رات یہاں رہے اور میں یہاں سے بیعت ہو کر گیا ۔قبلہ ڈار صاحبؒ کے ساتھ خوب وقت گزرا، خط و کتابت بھی رہی، کبھی کبھار مل بھی آتے، ان سے لگتو پھر آگے کہیں نہ جا سکے ۔بعد میں شاہد نے مجھے خط لکھا کہ میں نے تمہیں حلقہ سے نکال دیا ہے میں نے اسے منہ توڑ جوابی خط لکھنا چاہا مگر مجھے قبلہ ڈار صاحبؒ نے منع کر دیا ۔

کافی وقت بعد میرے فیصل آباد سے ایک دوست امین مرزا صاحب مجھے اپنے ساتھ لاہور میں ایک جگہ Inspection کے لئے لے گئے، یہاں سے فارغ ہوئے تو امین مرزا صاحب نے کہا کہ اب ایک جگہ ہے جہاں آپ جاتے نہیں ہیں مگر مجھے آپ ساتھ وہاں لے جائیں گے۔ میں نے پوچھا کہ ایسی کون سی جگہ ہے؟ اس پر امین مرزا صاحب نے کہا کہ میں نے آستانہ توحید یہ جانا ہے اور وہاں کا راستہ آپ کو معلوم ہے ۔میں نے انہیں بتایا کہ ہمارا وہاں داخلہ منع ہے اس لئے میں نہیں جانا چاہتا انہوں نے کہا کہ آپ وہاں مجھے لے جائیں گے۔مہمان تھے ان کی بات میں نے مان لی اور ہم ماڈل ٹاؤن آستانہ توحید یہ آ گئے ۔امین صاحب اندر چلے گئے میں نہیں گیا ۔ میں نے اقبال مقبول کے چھوٹے بیٹے ڈاکٹر مسعود کے بھائی سے مزار کا پوچھا تو اس نے آگے کا بتا دیا ۔ میں وہاں انصاری صاحبؒ کے مزار پر گیا، فاتحہ پڑھی اور واپس آ گیا ۔ میں نے امین مرزا صاحب کو واپسی کے لئے پیغام بھیجا تو غلام رسول شاہد کو پتا چلا کہ ان کے ساتھ کوئی مہمان بھی ہے ۔امین صاحب نے بتایا کہ انہیں آپ جانتے ہیں ۔شاہد نے کہا کہ ایسے کون سے مہمان ہیں جنہیں میں جانتا ہوں اور وہ اندر نہیں آئے ۔امین صاحب نے میرا نام بتایا تو شاہد خود باہر آ گیا اور پر تپاک استقبال کیا: زہے نصیب، آپ کیسے تشریف لائے؟

آئیں اندر تشریف لائیں۔آئیں، چائے پئیں، یہ انصاری صاحبؒ کی چائے ہے۔میں نے کہا نہیں یہ شاہد کی چائے ہے۔میں نے کہہ دیا کہ میں چائے نہیں پیتا۔شاہد نے کہا: میں جی ڈی پی (GDP) کا بندہ ہوں، میں نے بڑی جلدی میں ایکشن لے لیا، آپ کے خلاف ایکشن بنتا نہیں تھا۔آئیں آپ ہمیں Join کرلیں۔میں نے کہا: میں نے جن کو Join کرنا تھا، انہیں Join کرلیا ہے۔وہ لوگ مجھے اندر لے گئے۔میں نے وہاں نظر کی تو جہاں Servant quarter تھا، اسے توڑ کر ایک ہال بنالیا گیا تھا۔اب لوگ یہاں قالین پر سوتے تھے، پہلے یہاں سونے کے لئے چارپائیاں تھیں۔آستانہ پر کئی قسم کے جھنڈے لگے ہوئے تھے۔سلسلہ توحیدیہ کے ساتھ اور بھی بہت کچھ لکھا ہوا تھا۔

قبلہ ڈار صاحبؒ نے قبلہ محمد یعقوب خان صاحب کی بطور خلیفہ نامزدگی سے کوئی دو تین ماہ پہلے بتایا تھا کہ میں نے بندہ ذہن میں رکھ لیا ہے مگر نام کسی کا نہیں بتایا تھا۔سالانہ کنونشن ۲۰۱۱ء میں قبلہ ڈار صاحبؒ نے قبلہ یعقوب خان صاحب کی بطور خلیفہ نامزدگی کا اعلان کیا تو میں انہیں پہلے کراچی سے ہی جانتا تھا۔قبلہ انصاری صاحبؒ کے وقت سے ہی لاہور میں قبلہ یعقوب خان صاحب سے کافی ملاقاتیں تھیں۔انصاری صاحبؒ کے دور سے ہی ان کے اللہ اللہ کرنے کی بات ہمیں معلوم تھی۔اپنے محکمہ میں بھی بڑے صاف گو اور Honest تھے۔صاف ستھرا کردار تھا، ان کے نام کے اعلان پر ہمیں کوئی Problem نہیں ہوا، ہم نے چپ کرکے ان کے فیصلہ کو دل سے قبول کیا۔

قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی وفات کی اطلاع مجھے خواجہ ولی محمد صاحب نے سحری کے وقت فون پر دی۔ہم لوگ نماز جنازہ و تدفین کے موقع پر موجود تھے۔قبلہ ڈار صاحبؒ کی تدفین کے بعد اسی روز ہی سب کے ساتھ تجدید بیعت کی اور آج تک اسی طرح قائم ہیں۔ہم سالانہ کنونشن ۲۰۱۶ء میں شریک تھے کہ الحاج محمد مرتضٰیؒ کی وفات کی اطلاع آئی۔ہمیں نماز جنازہ میں شرکت کی اجازت ملی اور ہم اپنے بھائی اسحاق صاحبؒ کے ساتھ نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔الحاج مرتضٰی صاحبؒ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب کے بھی سلسلہ توحیدیہ میں استاد تھے۔تیسرے روز سالانہ کنونشن کے اختتام پر قبلہ محمد یعقوب خان صاحب کچھ دیگر بھائیوں کے ہمراہ اسلام آباد تشریف لائے، الحاج محمد مرتضٰی صاحبؒ کی روح کے ایصال ثواب کے لئے مسجد میں اجتماع تھا جس میں شریک ہوئے اور بعد ازاں ان

کے اہل خانہ سے بھی ملے۔ مسجد میں مجھے قبلہ محمد یعقوب خان صاحب نے اپنے مجاز ہونے کا تحریری پروانہ دیا اس پر میرے سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں مجاز ہونے کی تاریخ ۱۶ اپریل ۲۰۱۶ء درج ہے۔

وقت گزرتا گیا اور شاہد بھی چلا گیا، اس نے اپنے بیٹے کو اپنا گدی نشین بنا دیا۔ میں اسے جانتا ہوں اس میں کوئی اللہ والی بات نہیں ہے۔ برطانیہ سے پڑھ کر آیا ہے، سعودیہ بھی گیا، وہاں جو بھی کیا مجھے پتا ہے مگر یہ کوئی اللہ والا بندہ نہیں ہے۔ آستانہ پر جو قبضہ ان لوگوں نے کیا تھا بس یہ اسی کا تسلسل ہے، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ کچھ عرصہ پہلے میری ڈاکٹر خالد محمود چوہدری سے بات ہوئی جو ٹوبہ ٹیک سنگھ کے رہنے والے ہیں۔ میں اور یہ ڈاکٹر خالد محمود چوہدری اکٹھے آستانہ میں رہتے تھے۔ میں نے تو قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ سے بیعت کر لی اور آستانہ کی طرف نہیں گیا مگر یہ ڈاکٹر خالد محمود چوہدری صاحب آستانہ سے وابستہ رہے ہیں۔ میں نے ان کا نام سنا تو بڑا حیران ہوا۔ ان کی فوٹو دیکھی تو اس میں انہوں نے سر پر ایک سکھوں والی پگڑ باندھی ہوئی تھی۔ بات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ میں انڈیا گیا تھا تو وہاں کے وزیر اعلیٰ نے یہ پگ میرے سر پر رکھی تھی، اس موقع پر یہ تصویر بنائی۔ ڈاکٹر خالد محمود چوہدری صاحب نے مجھے بتایا کہ میں نے شاہد کے بیٹے اس مزین سے کہا تھا کہ جب تمہیں پتا ہے کہ تمہارا سلوک طے نہیں ہوا تو تم اپنے والد کو انکار کر دیتے کہ میں پیر نہیں بنتا۔ ڈاکٹر خالد محمود چوہدری صاحب نے مجھے بتایا: کامی کی شادی ہو گئی تو یہ ڈیفنس لاہور رہنے لگا۔ میں نے اسے کہا ہے کہ ہماری طرف کبھی آؤ تو اس (کامی) نے بتایا کہ میں آج کل آستانہ پر باجی کے پاس ہوتا ہوں۔

سلسلہ توحیدیہ ہماری بہت بڑی تحریک ہے۔ قبلہ انصاری صاحبؒ نے اسے بہت اعلیٰ ظرفی سے بہترین نہج پر استوار کیا ہے۔ آپؒ بہت بلند سوچ رکھتے تھے۔ آستانہ توحیدیہ پر قبضہ نے سلسلہ توحیدیہ کی تعلیمات کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اللہ کرے کہ ہم سلسلہ توحیدیہ کی تعلیمات کو پوری طرح سمجھیں، ان پر عمل کریں اور ان تعلیمات کی راہ میں حائل ہر رکاوٹ کو جڑ سے ختم کر سکیں۔ آمین۔

اپنے آپ کو پہچان!

(امام غزالیؒ)

فصل: اے عزیز یہ گمان نہ کرنا کہ عالم روحانی کی طرف دل کی کھڑکی سوئے اور مرے بغیر نہیں کھلتی۔ یہ بات نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص جاگتے میں ریاضت و محنت کرے، دل کو خواہش اور غصے کے ہاتھ سے چھڑا لے، برے اخلاق سے پاک کرے، خالی جگہ میں بیٹھے، آنکھ کو بند اور حواس کو بیکار کرے، اور دل کی عالم روحانی سے یہاں تک مناسبت قائم کر دے کہ ہمیشہ دل سے اللہ کہے، زبان سے نہیں، حتیٰ کہ اپنے آپ اور عالم تمام سے بے خبر ہو جائے، اور خدا کے سوا کسی کی خبر نہ رکھے۔ جب ایسا ہو جائے تو اگر چہ جاگتا ہو تو بھی دل کی کھڑکی کھلی رہے گی اور لوگ جو کچھ خواب میں دیکھیں گے وہ جاگتے میں دیکھے گا۔ فرشتوں کی ارواح اچھی صورتوں میں اس پر ظاہر ہوں گی۔ پیغمبروں کو دیکھنے لگے گا اور ان سے بہت فائدہ اور مدد پائے گا۔ زمین آسمان کے ملکوت اسے نظر آئیں گے۔ اور جس کسی پر یہ راہ کھلی وہ عجیب عجیب چیزیں اور بڑے بڑے وہ کام جن کی تعریف امکان سے باہر ہے، دیکھے گا۔ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا:

رُوِیت لِیَ الاَرْضُ فَا رِیتُ مُشَارِقُھَا وَ مَغَا رِبھَا۔

(دکھائی گئی مجھ کو زمین پھر دیکھا میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو۔)

اور خدا تعالیٰ نے جو ارشاد فرمایا ہے:

وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ. (سورۃ الانعام ۶۔ آیت ۷۵)

(اسی طرح دکھاتے ہیں ہم ابراہیم علیہ السلام کو سلطنت آسمانوں اور زمین کی۔)

سب اسی سلسلے میں ہے بلکہ انبیاء علیھم السلام کے تمام علوم اسی طرح سے تھے، حواس

اور سیکھنے سے نہ تھے۔سب کا آغاز ریاضت ومجاہدہ سے تھا۔جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا. (سورۃ المزمل ۷۳۔آیت ۸)

(سب سے رشتہ تعلق توڑ کر اپنے تئیں آپ کو بالکل خدا کے قبضہ اختیار میں دے دے)

دنیا کی تدبیر میں مشغول نہ ہوں کہ خدا خود سب کام درست کر دیتا ہے۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا. (سورۃ المزمل ۷۳۔آیت ۹)

(مالک مشرق ومغرب کا اس کے بغیر کسی کی بندگی نہیں۔سو پکڑ اسی کو وکیل وکارساز۔)

جب تو نے اپنا وکیل خدا کو بنایا تو اب فارغ اور لوگوں سے نہ مل۔

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا. (سورۃ المزمل ۷۳۔آیت ۱۰)

اور صبر کر اس پر جو وہ کہتے ہیں اور چھوڑ ان کو بھلی طرح چھوڑنا۔

یہ سب ریاضت ومشقت تعلیم کے طور پر ہے کہ خلق کی تمنا، دنیا کی خواہش اور محسوسات کے ساتھ شغل سے دل صاف ہو اور بڑھ کر اس امر کو حاصل کرنا علماء کا طریقہ ہے، یہ بھی بڑا کام ہے لیکن نبوت کی راہ اور انبیاء واولیاء کے علم کی نسبت جو آدمیوں کو سکھائے بغیر رب العزت کی درگاہ سے حاصل ہوتا ہے، چھوٹا ہے اکثر لوگوں کو اس راہ کا سیدھا اور درست ہونا تجربہ وعقلی دلیل سے معلوم ہوا ہے اے عزیز! اگر چہ تجھے ذوق سے یہ حال حاصل نہ ہو، سیکھنے سے بھی نہ معلوم ہو، اور عقلی دلیل سے بھی نہ حاصل ہو لیکن اتنا تو ہونا چاہئے، اس پر ایمان وتصدیق کرنا کہ تینوں درجوں سے محروم نہ رہے اور منکر نہ ہو جا، اور یہ امور عالم دل کے عجائبات سے ہیں اور اسی سے آدمی کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔

فصل: اے عزیزی! یہ گمان نہ کرنا کہ یہ امور پیغمبروں کے لئے خاص ہیں اس لئے سب آدمیوں کی ذات اصل خلقت میں اس کے لائق ہے جیسے کوئی لوہا ایسا نہیں کہ خلقت میں اس کی لیاقت نہ رکھتا ہو کہ اس سے آئینہ نہ بن سکے کہ اس آئینہ میں عالم کی صورت نظر آئے مگر یہ کہ اس میں زنگ لگے اور اس کی اصل میں پیوست ہو جائے اور اسے خراب کر دے یہی حال دل کا ہے کہ اگر دنیا کی حرص و خواہش اور گناہ اس پر چھا جائیں اور اس میں جگہ کر لیں تو دل زنگ آلود میلا ہو جاتا ہے، اس میں

لیاقت نہیں رہتی جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

وَكُلُّ مَولُودٍ يُولَدُ عَلَى الفِطرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ وَيُمَجِّسَانِهِ.

(اور ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی بناتے ہیں، اسے نصرانی بناتے ہیں اور اس کو مجوسی کر دیتے ہیں۔)

اور سب میں یہ لیاقت موجود ہونے کی خبر خدا نے بھی دی ہے:

أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى. (سورۃ الاعراف۔ آیت ۱۷۲)

(کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، انہوں نے کہا: البتہ ہے۔)

جیسا کہ کوئی کہے کہ جس کسی عقلمند سے پوچھیں کہ کیا دو ایک سے زیادہ نہیں ہیں۔ جواب دے گا: ہاں، ضرور زیادہ ہیں۔ اگرچہ تمام عقلمندوں نے کان سے نہ سنا ہو نہ زبان سے کہا ہو لیکن اس جواب کا بیج ہونا سب کے دل میں ہے۔ جیسا سب آدمیوں کہ یہ خلقت ہے، خدا کی معرفت بھی سب کی فطرت میں ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ. (سورۃ الزخرف ۴۳۔ آیت ۸۷)

(اور اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے انہیں پیدا کیا تو بے شک کہیں گے اللہ نے۔)

اور فرمایا ہے:

فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا. (سورۃ الروم ۳۰۔ آیت ۳۰)

(اللہ کی فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا۔)

اور عقلی دلیل اور تجربہ سے بھی معلوم ہوا ہے کہ یہ امور پیغمبروں کے ساتھ خاص نہیں۔ اس لئے کہ پیغمبر بھی آدمی ہیں:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ. (سورۃ الکہف ۱۸۔ آیت ۱۱۰)

(کہہ دے اے محمد ﷺ، سوائے اس کے نہیں ہے کہ میں تمہاری طرح ایک آدمی ہوں۔)

یہ راہ جس شخص پر کھلی ہے اور اسے لوگوں کی صلاحیت کی ساری باتیں بتائی ہیں، اور وہ ان

باتوں کی ہدایت کرتا ہے تو اس بتائے ہوئے طریقہ کا نام شریعت ہے، اور خود اس شخص کو پیغمبر اور اس کے خرق عادت حالات کو معجزات کہتے ہیں اور اگر وہ شخص مخلوق کو ہدایت دینے میں مصروف نہ ہو تو اسے ولی کہتے ہیں اور اس کے حالات کو کرامات۔ یہ ضروری نہیں کہ جس شخص کا یہ حال ہو لازماً خلق کو دعوت بھی دے اور ہدایت دینے میں بھی مشغول ہو بلکہ خدا کی قدرت میں ہے کہ اس کے ذریعہ ہدایت دینے میں اس وجہ سے مشغول نہ کرے کہ اس وقت شریعت ہو اور لوگوں کو تبلیغ کی ضرورت نہ ہو، لوگوں کو ہدایت دینے کی شرائط میں نہ ہوں۔ اے عزیز! تجھے چاہئے کہ اولیاء کی ولایت و کرامت پر اعتقاد رکھے۔ یہ جان لینے پر کفایت نہ کر کہ پہلے تو یہ کام محنت سے تعلق رکھتا ہے اور اس میں محنت کا دخل ہے لیکن یہ بھی نہیں کہ جو کھیتی بوئے وہ غلہ بھی کاٹے اور جو چلے وہ منزل کو بھی پہنچے، اور جو ڈھونڈے وہ پائے جو کام ذیشان ہوتا ہے اس کی شرطیں بھی بہت زیادہ ہوتی ہیں اور اس کا حصول بھی مشکل ہوتا ہے اور مقام معرفت میں آدمی کے جو درجات ہیں یہ کام تو اس میں سے بہت بڑا درجہ رکھتا ہے، اور بے کوشش اور مرشد کامل اس کام کو ڈھونڈنا بھی نہیں آتا۔ اور اگر یہ دونوں بھی ہوں تو جب تک خدا کی مدد نہ ہو اور ازل میں اس شخص کے لیے اس سعادت کا حکم نہ ہو چکا ہو، اس مراد کو نہ پا سکے گا۔ علم ظاہری میں امامت کا درجہ پانا اور دوسرے کام ایسے ہی ہیں۔

فصل: اے عزیز! اصل آدمی جسے دل کہتے ہیں وقت اور حال کے اعتبار سے اس کی جو فضیلت ہے اس بیان سے وہ بزرگی و فضیلت کچھ پرچھائیں سی تجھے معلوم ہوئی اب یہ جان کہ قادر ہونے کے لحاظ سے بھی اس کو عظمت اور فرشتوں کی خاصیت حاصل ہے۔ حیوانوں کو وہ بزرگی حاصل نہیں۔ دل کی قدرت یہ ہے کہ جیسے عالم اجسام فرشتوں کے تابع ہے، جب وہ مناسب دیکھتے اور خلق کو محتاج پاتے ہیں، خدا کے حکم سے پانی برساتے اور موسم بہار میں ہوا چلاتے ہیں، بچہ دان میں حیوان کی صورت اور زمین میں روئیدگی کی شکل بناتے اور سنوارتے ہیں، ہر ہر کام پر فرشتوں کا ایک ایک گروہ مقرر ہے، اسی طرح آدمی کا دل بھی فرشتوں کی جنس سے ہے۔ اس کو بھی خدا نے قدرت دی ہے کہ بعض اجسام اس کے بھی تابع ہیں، اور ہر ایک کا بدن خاص عالم ہیں اور دل کے تابع ہیں۔ اس لئے کہ

یہ معلوم ہے کہ دل انگلی کے تابع نہیں، اور علم وارادہ بھی انگلی میں نہیں، مگر جب دل حکم دیتا ہے تو انگلی ہلتی ہے، اور جب دل میں غصہ آتا ہے تو تمام بدن سے پسینہ جاری ہو جاتا ہے، اور جب دل میں کھانے کا خیال آتا ہے تو زبان کے نیچے جو قوت ہے وہ خدمت کے لئے اٹھ کھڑی ہوتی ہے، اور پانی نکلتا ہے کہ کھانے کو ایسا تر کرے کہ کھالیا جائے اور یہ ظاہر ہے کہ دل کا تصرف بدن میں جاری ہے اور بدن دل کے تابع ہے لیکن یہ جاننا چاہئے کہ یہ امر ممکن ہے کہ بعض دل جو زیادہ بزرگ اور قوی اور فرشتوں کی اصل سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں، بدن کے علاوہ اور اجسام بھی ان کے مطیع ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی بیمار کی طرف وہ دل ہمت وتوجہ کرے تو وہ اچھا ہو جائے۔ اگر تندرست کی طرف ہمت کرے تو بیمار پڑ جائے، اگر کسی شخص کو چاہے کہ ہمارے پاس آئے تو اس شخص کا دل اس کے پاس جانے کو چاہے، اگر ہمت مبذول کرے کہ مینہ برسے تو برسنے لگے۔ یہ سب عقلی دلیل سے بھی ممکن ہے اور تجربہ سے بھی معلوم ہے اور نظر لگنا اور جسے جادو کہتے ہیں وہ اسی قسم سے ہے۔ سب چیزوں میں آدمی کے نفس کو دخل ہے۔ مثلاً جو نفس حسد کرتا ہے، اگر کسی چارپایہ کو دیکھ کر اپنے حسد کی وجہ سے اس کے ہلاک ہونے کا خیال کرے تو وہ چارپایہ فوراً ہلاک ہو جائے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

اَلعَینُ تُدخِلُ الرَّجُلَ القَبرَ وَالجَمَلَ القِدرَ.

(نظر بد آدمی کو قبر میں اور اونٹ کو دیگ میں ڈال دیتی ہے۔)

دل میں جو قدرتیں ہیں ان میں یہ ایک عجیب قدرت ہے۔ ایسی خاصیت اگر پیغمبروں سے ظاہر ہو تو معجزہ ہے، اگر دل سے ظاہر ہو تو کرامت۔ اگر خاصیت والا نیک کاموں میں رہتا ہے تو اسے بھی ولی کہتے ہیں، اور اگر برے کاموں میں رہتا ہے تو جادوگر ہے۔ یہ سحر کرامات سب آدمی کے دل کی قدرت کی خاصیت ہیں اور ان میں بڑا فرق ہے۔ اس کتاب میں اس فرق کے بیان کی گنجائش نہیں۔

حجۃ اللہ البالغہ

(مبحث اول: تکلیف شرعی اور جزا وسزا کے بیان میں)

(عربی: شاہ ولی اللہ، ترجمہ: مولانا خلیل احمد بن مولانا سراج احمد)

باب: خدا کی صفت ابداع، خلق، تدبیر کے بیان میں:

جاننا چاہئے کہ ایجاد عالم کے لحاظ سے خدا کی بہ ترتیب تین صفتیں ہیں۔پہلی ابداع۔ابداع کہتے ہیں عدم محض سے کسی چیز کو پیدا کرنا۔اس طرح بغیر کسی مادہ کے کوئی چیز پردہ عدم سے وجود میں آتی ہے رسول اللہ ﷺ سے اس امر کے آغاز سے سوال کیا گیا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے صرف خدا ہی تھا۔ اُس سے پہلے کوئی چیز موجود نہ تھی۔

دوسری صفت خلق کی ہے۔خلق کہتے ہیں کسی مادہ سے کسی چیز کو پیدا کرنا۔جیسے کہ خدا نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور جن کو خالص بے دھوئیں کی آگ سے پیدا کیا۔عقل اور نقل سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے عالم کی انواع اور اجناس مختلف پیدا کی ہیں اور ہر ایک نوع اور جنس کی خاصیتیں جدا جدا کر دی ہیں۔مثلاً نوع انسان کی خاصیت بولنا، جلد کا کھلا ہوا ہونا، قد کا سیدھا ہونا، گفتگو کا سمجھ لینا۔گھوڑے کی نوع کی خاصیت ہے ہنہنانا۔اس کی جلد کا بالوں سے ڈھکا ہوا ہونا، قد کا کج ہونا، گفتگو کو نہ سمجھنا۔زہر کی خاصیت ہے زہر کھانے والے آدمی کو ہلاک کرنا۔سونٹھ کی خاصیت گرم خشک ہے۔کافور کی خاصیت سرد ہے۔علیٰ ہذاالقیاس تمام معدنی، نباتی، حیوانی نوعوں کی یہی کیفیت ہے۔خدا تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ جو خاصیت جس چیز میں پیدا کر دی ہے وہ اس سے کبھی جدا نہیں ہو سکتی۔

ان خاصیتوں کے درجوں میں جو خاصیتیں کہ خاص افراد کی ہیں وہ سب سے خاص ہیں۔ خاصیتوں میں جو کسی قدر عموم اور احتمال تھا وہ ان کی وجہ سے معین ہو جاتا ہے۔ایسے ہی نوعوں کے درجہ میں جو خاصیتیں ہوتی ہیں ان سے جنس کی خاصیتوں میں ایک خصوص پیدا ہو جاتا ہے۔یہ خاصیتیں ترتیب وار بعض

عام بعض خاص مثلاً جسم نامی حیوان انسان خاص شخص میں باہم مخلوط معلوم ہوتی ہیں لیکن عقل ان کا فرق معلوم کر کے ہر ایک خاصیت کو اس کی ہی طرف منسوب کر دیتی ہے جس کی وہ خاصیت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اکثر چیزوں کے خواص بیان فرمائے ہیں اور ان کے اثروں کو ان چیزوں کی طرف منسوب کیا ہے۔

فرمایا کہ تلبینہ (ایک خاص قسم کا حریرہ ہوتا ہے جو آٹے کا بنایا جاتا ہے، کبھی کبھی اس میں شہد بھی ڈالتے ہیں، دودھ کے ہم رنگ ہوتا ہے) مریض کے شکم کو آرام دیتا ہے۔ کلونجی کو فرمایا کہ موت کے سوا ہر مرض کے لئے شفاء ہے۔ اونٹوں کے پیشاب اور دودھ کی نسبت فرمایا کہ وہ ان کو آرام دیتا ہے جن کو کھانا نہ ہضم ہوتا ہو اور ان کے معدہ میں غذا رکتی ہو۔ شبرم کو فرمایا کہ وہ گرمی پیدا کرتا ہے۔

تیسری صفت خدائے تعالیٰ کی عالم موالید کی تدبیر کرنا ہے۔ اس تدبیر کا مال یہ ہے کہ تمام موالید میں جو چیزیں حادث ہوتی ہیں وہ سب ایک ایسے نظام کے موافق ہوں جو اس کے علم و حکمت میں پسندیدہ ہے۔ سب سے وہ مصلحت حاصل ہو جو فیض الٰہی کا مقتضا ہے۔ جیسے کہ ابر سے مینہ نازل کرتا ہے اس سے لوگوں اور حیوانات کے لئے زمین میں سے ہر قسم کے درخت بوٹیاں پیدا کرتا ہے تا کہ مدت معلوم تک ان کی زندگی کا باعث ہوں، اور جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں پھینکے گئے تو خدا نے ان کے زندہ رکھنے کے لئے آگ کو خنک اور باعث سلامتی کر دیا، اور حضرت ایوب علیہ السلام کے بدن میں بیماری کا مادہ پیدا ہو گیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے ایک ایسا چشمہ پیدا کر دیا جس سے ان کی بیماری کو آرام ہو گیا۔ اور خدا تعالیٰ نے اہل زمین پر نظر ڈالی، وہ تمام عرب و عجم سے ناخوش ہوا اس لئے آنحضرت ﷺ کو وحی بھیجی کہ ان کو ڈرائیں اور جہاد کریں تا کہ جس کو چاہے تاریکیوں سے نور کی طرف نکالے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو قوتیں موالید میں خدا تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور ان سے کبھی جدا نہیں ہوتیں وہ جب آپس میں ایک دوسرے سے مزاحمت کرتی ہیں تو حکمت الٰہی کا یہ تقاضا ہے کہ ان سے مختلف اثر پیدا ہو جائیں۔ بعض جوہر ہوں، بعض عرض۔ اور جو اعراض ہوں وہ افعال ہوں یا ارادے سے ذی عقل سے ہوں یا غیر ذی عقل سے۔

اب ان امرون میں اس لحاظ سے تو کوئی شرنہیں ہے کہ جو اس کے سبب کا تقاضا تھا وہ صادر نہ ہو، یا وہ چیز صادر ہوئی جو اس کے مقتضا سے سبب کے خلاف تھی اور قاعدہ ہے کہ اگر کسی چیز کے وجود کو اس کے

سبب کے لحاظ سے دیکھیں کہ جو اس کے پیدا ہونے کا باعث ہوتا ہے اس میں خوبی ہوا کرتی ہے جیسے کہ کانٹے کی صفت کو اس لحاظ سے دیکھیں کہ لوہے کا جوہر اس کا باعث ہے اگر چہ وہ اس لحاظ سے برا ہے کہ اس سے بنیا دانسانی فوت ہو جاتی ہے۔ان آثار میں شر کی بات یہی ہے کہ ان سے ایک ایسی چیز پیدا ہوتی ہے کہ اس کے علاوہ ایک دوسرے میں مصلحت زیادہ ہے۔اثروں کے لحاظ سے کوئی ایسی چیز پیدا نہیں ہوتی ہے جس کے عمدہ اثر ہوں۔ جب اس قسم کے شر کے آثار مہیا ہونے لگتے ہیں تو خدا تعالیٰ کی رحمت عام کا جو اپنے بندوں پر ہے اور اس کی قدرت شاملہ اور محیط علم کا یہ اقتضا ہوتا ہے کہ ان قوتوں میں اور قوت والی چیزوں میں مختلف طور پر تصرف کرے قبض سے یا بسط سے۔احالہ اور الہام سے تا کہ ان سے امر مطلوب حاصل ہو جاوے۔قبض کی مثال یہ ہے کہ دجال مسلمان بندہ کے قتل کا دوسری مرتبہ ارادہ کرے گا لیکن باوجودیکہ قتل کے اسباب درست ہوں گے،اس کے اوزار مہیا ہوں گے لیکن خدا اس کو قدرت نہ دے گا۔

بسط کی مثال یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے زمین کو رگڑا اور خدا تعالیٰ نے ان کے لئے چشمہ جاری کر دیا حالانکہ عادتاً ایسا نہیں ہوا کرتا کہ پاؤں رگڑنے سے پانی پھوٹ جایا کرے۔

خدا اپنے بعض مخلصین کو جہاد میں ایسی طاقت عطا کرتا ہے کہ مثلاً اس قسم کے بدنوں سے بلکہ اس کے دو چند سہ چند سے بھی اس قسم کی طاقت خیال میں نہیں آ سکتی۔اور احالہ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ کو پاکیزہ ہوا کر دیا۔اور الہام کی صورت یہ ہے جیسے کشتی کو پھاڑ دینا اور دیوار کو درست کر دینا اور غلام کو قتل کرنا،کتابوں اور شریعتوں کا نازل کرنا،اور الہام کبھی تو اسی شخص کو ہوتا ہے جس کے لئے اس کی ضرورت ہو اور کبھی اس کی وجہ سے دوسروں کو بھی ہو جاتا ہے۔قرآن عظیم نے تدبیر کے انواع کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔

باب۲:عالم مثال کے ذکر میں:

جاننا چاہئے کہ اکثر حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسا عالم موجود ہے جس کی ترتیب عناصر سے نہیں ہے۔اس میں ہر ایک جسمانی چیز کی مناسب صفت اور حالت میں وہ چیزیں معنوی ہیں صورت پکڑتی ہیں اور قبل اس کے کہ چیزیں زمین پر ظاہر ہوں پہلے اس عالم میں موجود ہو جایا کرتی ہیں اور موجود ہونے کے بعد ہو بہو انہیں معانی کے انداز کی ہوتی ہیں اور اکثر ایسی چیزیں جن کا کہ عام نظر میں کسی قسم کا

جسم نہیں ہوا کرتا وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ میں منتقل ہوتی ہیں، نازل ہوتی ہیں لیکن عام لوگوں کو نظر نہیں آتیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خدا نے جب رحم کو پیدا کیا اور وہ درست ہوگیا تو خدا نے فرمایا کہ یہ اس شخص کا مقام ہے جو قطع تعلق سے تیری پناہ میں آوے اور فرمایا کہ سورۃ بقرا اور آل عمران قیامت کے روز دو ابروں کی صورت میں یا صف بستہ پرندوں کی جماعتوں میں آویں گی اور اپنے پڑھنے والوں کے لئے حجتیں کریں گی اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز تمام اعمال حاضر ہوں گے۔ پہلے نماز حاضر ہوگی پھر صدقہ اس کے بعد روزہ۔ الحدیث۔ اور فرمایا کہ بھلا کام اور برا کام دونوں مخلوق ہو کر قیامت کے روز لوگوں کے سامنے کھڑے کئے جاوینگے۔ اور فرمایا کہ خدا قیامت کے روز دنوں کو اپنی اپنی صورت میں پیدا کرے گا۔ جمعہ کی صورت شگفتہ تابناک ہوگی۔ اور فرمایا کہ دنیا قیامت کے روز ایک بڑھیا کی صورت میں ظاہر کی جاوے گی جس کے بال گر پڑے ہوں گے، اس کی آنکھیں نیلگون ہوں گی، منہ اس کا پھیلا ہوا ہوگا، اور فرمایا کیا تم وہ چیزیں دیکھتے ہو جن کو میں دیکھتا ہوں۔ میں تمہارے مکانوں کے پشتوں پر فتنوں کی بوچھاڑ دیکھتا ہوں۔ شب معراج کی حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو چار نہریں نظر آئیں۔ دو اندر کی جانب کو دو ظاہر۔ میں نے کہا اے جبرائیلؑ یہ دونوں کیا ہیں۔ جبریلؑ نے کہا دو اندر کی تو جنت میں ہیں اور یہ دونوں باہر ظاہر نیل اور فرات ہیں۔

نماز کسوف کی حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت و دوزخ نے میرے سامنے صورت پکڑی۔ دوسرے لفظ میں ہے کہ میرے اور قبلہ کی دیوار کے بیچ میں جنت اور دوزخ کی صورت میں نے دیکھی اور اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے جنت کا خوشہ توڑنے کو اپنا ہاتھ پھیلایا اور دوزخ کی آگ سے آپ ﷺ پیچھے ہٹے اور اس کی گرمی سے پھونک ماری اور دوزخ میں آپ ﷺ نے حاجیوں کے مال چرانے والے کو دیکھا اور دوزخ میں آپ ﷺ نے اس عورت کو دیکھا جس نے بلی کو باندھ رکھا تھا یہاں تک کہ وہ مرگئی اور آپ ﷺ نے جنت میں ایک عورت زانیہ کو دیکھا جس نے کتے کو پانی پلایا تھا۔

یہ امر تو معلوم ہے کہ جنت و دوزخ کا بدن جو عام خیال میں ہے اتنی مسافہ قلیل میں نہیں آسکتا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت ناگواریوں سے بھری ہوئی ہے اور دوزخ خواہشوں سے۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ جنت و دوزخ کا معائنہ کریں، اور فرمایا کہ بلا نازل ہوتی تو دعا اس کو دفع کرتی ہے

اور فرمایا کہ خدا نے عقل کو پیدا کر کے فرمایا کہ سامنے ہو، وہ سامنے ہوئی اور فرمایا کہ پیٹھ پھیر، اس نے پیٹھ پھیر لی، اور فرمایا کہ پروردگار عالم کی طرف سے یہ دو کتابیں ہیں الحدیث اور فرمایا کہ موت ایک مینڈھے کی صورت میں لائی جاویگی اور جنت و دوزخ کے مابین اس کو ذبح کر دینگے۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اس کے پاس اپنی روح کو بھیجا اور وہ مریم علیہ السلام کے سامنے ایک درست آدمی کی صورت میں ظاہر ہوا، اور حدیث میں معلوم ہوا کہ حضرت جبریلؑ آنحضرت ﷺ کے سامنے ظاہر ہوا کرتے تھے، آپ ﷺ ان کو دیکھتے، ان سے گفتگو کرتے لیکن اور لوگوں کو وہ نظر نہیں آتے تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ قبر ستر در ستر گز پھیل کر ایسی چمٹ جاتی ہے کہ قبر والے کی پسلیاں الگ ہو جاتی ہیں اور فرشتے قبر والے کے پاس آ کر اس سے سوال کرتے ہیں، اور قبر والے کے اعمال اس کے سامنے صورت پکڑ کر آتے ہیں، اور قریب المرگ کے پاس فرشتے آتے ہیں اور ان کے ہاتھوں پر حریر یا روئی کا کپڑا ہوتا ہے، اور فرشتے قبر والے کو ہتھوڑے سے مارتے ہیں اور وہ ایسا چیختا ہے کہ اس کو وہ چیزیں سنتی ہیں جو مشرق اور مغرب کے بیچ میں ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خدا کافر پر اس کی قبر میں تین قسم کے سانپ مقرر کرتا ہے وہ ان کو قیامت کے قائم ہونے تک نوچتے ہیں، کاٹتے ہیں، اور فرمایا کہ جب مردہ قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کے سامنے آفتاب ڈوبتی حالت میں ہوتا ہے، وہ بیٹھ کر اپنی آنکھیں ملنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ کو چھوڑ دو تاکہ میں نماز پڑھ لوں۔ اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عرفات میں کھڑے ہونے والے کے سامنے خدا تعالیٰ مختلف صورتوں میں تجلی فرماتا ہے، اور یہ کہ آنحضرت ﷺ خدا کے حضور میں جاتے تھے اور خدا تعالیٰ اپنی کرسی پر ہوتا تھا، اور یہ کہ خدا تعالیٰ آدمی سے دوبدو کلام کرتا ہے۔ اور اس کے علاوہ اور بیشمار مثالیں ہیں۔ جو لوگ اس قسم کی حدیثوں میں غور کرتے ہیں ان کی تین حالتوں میں سے کوئی نہ کوئی حالت ہوا کرتی ہے۔ یا وہ ان حدیثوں کے ظاہری معنی کا اقرار کرتے ہیں تو لامحالہ وہ ایک ایسے عالم کے ثابت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں جس کا ہم نے ذکر کیا اور اسی کو اہلحدیث کا قاعدہ مقتضی ہے۔ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تنبیہ کی ہے، میں بھی اس کا قائل ہوں اور یہی میرا مذہب ہے۔

(۲) یا اس کے قائل ہوتے ہیں کہ اگرچہ حس سے خارج میں یہ واقعات موجود نہ ہوں لیکن دیکھنے والے کی نظر کے سامنے وہ متمثل ہوتے ہیں۔ اسی قسم کی تقریر حضرت عبداللہ ابن مسعود نے خدا تعالے

کے اس قول میں کی ہے کہ جب خدا تعالےٰ ایک ظاہر دھواں ظاہر کرتا ہے۔

کہ ان کے زمانے میں پڑا تھا۔ جب ان میں سے کوئی شخص آسمان کی طرف نظر اٹھاتا تھا تو اس کو گرسنگی کی وجہ سے دھوئیں کی صورت معلوم ہوتی تھی۔ اور امام ابن ماجشون سے نقل کیا جاتا ہے کہ قیامت میں خدا کے منتقل ہونے یا دیکھنے کے متعلق جو حدیثیں وارد ہوئی ہیں ان کے یہ معنی ہیں کہ خدا اپنی مخلوق کی بینائیوں کو بالکل بدل دے گا تب وہ خدا کو تجلی کرتے ہوئے دیکھیں گے اور خدا ان سے گفتگو کرے گا۔ لیکن حقیقۃً خدا کی عظمت میں کوئی تغیر نہ آئے گا۔ نہ وہ منتقل ہوگا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جاوے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(۳) یا وہ یہ کہیں گے کہ ان اقوال سے کچھ اور معنی مراد ہیں، ان کو سمجھنے کے لئے یہ امور مثال کے طور پر لائے گئے ہیں۔ لیکن جو شخص ان حدیثوں کی نسبت تیسرے ہی معنی اختیار کرتا ہے وہ میرے نزدیک اہل حق میں سے نہیں ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے عذاب قبر میں ان تینوں مقامات کو بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کی اخبار کے ظاہری معنی درست ہیں اور ان میں مخفی راز ہیں۔ لیکن ارباب بصیرت کے نزدیک وہ کھلی ہوئی باتیں ہیں جب تک کہ ان کو حقیقتیں پوری منکشف نہ ہو جاویں ان کے ظاہری معنی سے انکار کرنا مناسب نہیں ہے۔ ادنیٰ درجہ کا ایمان یہ ہے کہ ان کو مانے اور یقین کرے۔

اگر کوئی شبہ کرے کہ ہم مدت تک کافر کو قبر میں پڑا ہوا دیکھتے ہیں، اس کا خیال رکھتے ہیں لیکن ایسے ایسے امور میں سے کوئی بات بھی نہیں دیکھتے، پس جو امر مشاہدہ کے خلاف ہو اس پر کیسے یقین کیا جاوے۔ اس لئے جاننا چاہئے کہ ایسے امور کی تصدیق کرنے کی تین حالتیں ہیں۔ ایک حالت تو یہ ہے اور یہی ظاہر اور درست اور زیادہ محفوظ ہے کہ یہ سب امور موجود ہیں، مردہ کو وہ کاٹتے ہیں لیکن تجھ کو اس لئے نظر نہیں آتے کہ آنکھ ان ملکوتی امور کے مطالعہ کے قابل نہیں ہے جو امور کہ عالم آخرت کے متعلق ہیں وہ سب عالم ملکوت سے ہیں۔ کیا تو صحابہ کرام کے حالات کو نہیں دیکھتا، ان کو حضرت جبریلؑ کے آنے کا کیسے یقین تھا اور انہوں نے کبھی ان کو آنکھ سے نہیں دیکھا حالانکہ ان کو یقین تھا کہ آنحضرت ﷺ ان کو دیکھتے ہیں۔ اگر تیرا اس پر ایمان نہیں ہے تو پہلے فرشتوں اور وحی پر ایمان لانے کو درست کرنا تجھ کو بہت ضروری ہے اور اگر تجھ کو اس کا یقین ہے اور تجویز کرسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ان چیزوں کو دیکھ سکتے ہیں جن کو ان کی امت نہ دیکھ سکے تو مردہ کی حالت میں اس کو کیوں تجویز نہیں کرتا، اور جیسے کہ فرشتوں کو آدمیوں اور حیوانوں سے کچھ

مشابہت نہیں ہے ایسے ہی سانپ اور بچھو میں بھی جو کہ قبر میں کاٹتے ہیں ہمارے دنیا کے سانپوں کی جنس سے نہیں ہیں بلکہ ان کی اور ہی جنس ہے اور ایک دوسری قسم کی حس کرنیوالی قوت سے وہ معلوم ہوتے ہیں ۔

دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ تم کو سونے والے کی حالت خیال کرنی چاہئے وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ اس کو سانپ کاٹ رہے ہیں وہ اس سے تکلیف اٹھا رہا ہے حتیٰ کہ تم کبھی کبھی دیکھو گے کہ وہ چلا اٹھتا ہے، اس کی پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے، اپنی جگہ سے کبھی اچھل پڑتا ہے، ان سب امور کو وہ اپنے دل سے معلوم کرتا ہے، وہ اس سے بیدار آدمی کی طرح اذیت اٹھاتا ہے، وہ آنکھ سے ان امور کو دیکھتا ہوتا ہے، اور تم اس کو ظاہر میں چپ چاپ پاتے ہو، اس کے آس پاس نہ سانپ ہوتے ہیں، نہ بچھو حالانکہ اس کے حق میں بچھو موجود ہوتے ہیں اور اس کو تکلیف ہوا کرتی ہے لیکن تمہارے میں موجود نہیں ہوتے ۔ جب کاٹنے کا اثر تکلیف ہے تو برابر ہے کہ سانپ خیالی ہو یا نظر کے سامنے۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ یہ تم جانتے ہو کہ خود سانپ تکلیف نہیں دیتا ہے بلکہ اس زہر کی تکلیف سے تمہاری یہ حالت ہو جاتی ہے، اور خود زہر بھی کوئی تکلیف کی چیز نہیں ہے بلکہ تم کو اس اثر کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے جو زہر سے تمہارے اندر پیدا ہوتا ہے تو اگر بغیر زہر کے بھی ایسا ہی اثر پیدا ہو جاوے تو یقیناً اس کی تکلیف بہت زیادہ ہوگی اور اس کا اندازہ صرف اسی طرح ہو سکے گا کہ اس کو ایسے سبب کی طرف منسوب کریں جس سے عادۃً ایسے اثر پیدا کرتے ہیں ۔

مثلاً اگر کسی شخص میں مباشرت صورۃ اجماع کے جماع کی لذت پیدا ہو جاوے تو اس کو اسی طرح بتا سکیں گے کہ اس لذت کو مباشرت کی طرف منسوب کریں گے تاکہ اس نسبت کرنے سے تعریف یا نسبت ہو جاوے اور سبب کا ثمرہ بدوں اس کے کہ صورت سبب کی موجود ہو حاصل ہو جاوے اور کوئی سبب وہ خود مطلوب نہیں ہوا کرتا بلکہ اپنے ثمرہ کی وجہ سے مطلوب ہوا کرتا ہے ۔ یہ تمام مہلک صفتیں موت کے وقت نفس میں ایذا رساں اور تکلیف دہ ہو جایا کرتی ہیں، ان کی تکالیف سانپوں کے کاٹنے کی سی تکالیف ہوتی ہیں حالانکہ سانپ حقیقۃً نہیں ہوا کرتے ۔

قابوس نامہ

(دیباچہ)

(امیر کیکاؤس بن سکندر)

باب دوم۔پیغمبروں کی بعثت کا بیان

اے بیٹے! خوب جان لے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس جہان کو حکمت کے ساتھ پیدا فرمایا ہے، اسے ہرگز بیکار پیدا نہیں فرمایا۔اس نے اسے نظام عدل پر استوار کیا، اور اسے اپنی حکمتوں سے مزین فرمایا ہے۔جیسا کہ تو جانتا ہے کہ وجود عدم سے بہتر ہے، امن فساد سے بہتر ہے، نفع نقصان سے بہتر ہے، خوبصورتی بدصورتی سے بہتر ہے، اس نے ہر دو متضاد کو اپنی حکمت اور علم سے پیدا فرمایا ہے۔ اس نے جو کچھ بھی پیدا کیا ہے، اسے اچھا تخلیق کیا ہے، اور اسے بہترین ساخت دی ہے۔اس کی مخلوق میں سے کوئی چیز بھی اس کی حکمت کے خلاف کچھ نہیں کرتی، ایسا نہیں ہوتا کہ وہ اس کے برخلاف عمل کرے، ان میں سے ہر دو عدل کا موجب ہیں، نہ کہ جہل وفساد کا، اور وہ ایسا کر بھی کیسے سکتی ہے جس کا اسے اختیار نہیں۔ان میں سے ہر ایک چیز اس طرز پر کام کرتی ہے کہ جو اس کے عدل کے عین مطابق ہے تاکہ اس میں اس کا پوشیدہ حسن نکھر کر سامنے آ جائے۔

خوب جان لے کہ اسے اس بات پر مکمل اختیار ہے کہ سورج کے بغیر ہی روشنی پیدا کر دے، بادلوں کے بغیر ہی بارش برسا دے، کسی سبب کے بغیر ہی کوئی ترکیب کرے، ستاروں کے بغیر ہی نیکی اور بدی کے اثرات اس دنیا پر نمودار فرما دے۔چونکہ اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہے اس لئے اس نے ان میں سے کوئی بھی چیز ایسی پیدا نہیں فرمائی جو وسیلہ کے بغیر ہو۔اس نے وسیلہ کو ترکیب کا حصہ بنایا ہے اور اپنے نظام کو وسیلہ پر استوار فرمایا ہے۔تیری عظمت ووقار بھی ایک ضابطہ پر استوار ہے۔اگر یہ ترتیب و ضابطہ نہ ہو تو سارے کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔بہر حال اس نظام کے لئے ایک وسیلہ، واسطہ یا

ذریعہ ضروری ہے۔ اس بات کا تعین واسطہ کرتا ہے کہ ایک چیز غالب ہے اور دوسری مغلوب، ایک صارف ہے اور دوسری فراہم کنندہ، اس طرح کی دوہریت خدائے بزرگ و برتر کی وحدانیت پر گواہی دیتی ہے۔

بس تیرے لئے یہ کافی ہے کہ تو اسی پر عمل پیرا ہو جو وسیلہ سے تجھ تک پہنچا ہے اور اس طرف دھیان نہ کر جس طرف تو کوئی وسیلہ نہیں پاتا۔ وسیلہ سے جو کچھ تجھ تک پہنچا ہے اس میں کمی بیشی نہ کر خدا کی طرف سے جو وسیلہ ہے تو اس پر توکل کر کیونکہ اگر زمین میں کوئی پیداوار نہ ہو تو زمین پر کوئی الزام نہیں لگایا جا سکتا، اور اگر ستارے انصاف نہ کریں تو ستاروں کو الزام نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ ستاروں کو انصاف یا ناانصافی کا اتنا ہی احساس ہے جتنا کہ زمین کو پھلدار ہونے کا۔ جب ہم زمین پر صحت بخش بیج بکھیرتے ہیں تو اس میں اس کے برخلاف زہر پیدا کرنے کی طاقت نہیں ہوتی، اور نہ ہی ستارے اس قانون پر عمل کرتے ہوئے اپنے آپ سے اچھائی یا برائی پیدا کر سکتے ہیں۔ کیونکہ دنیا کی تخلیق حکمت سے کی گئی تھی، اس لئے اس پوشیدہ حکمت کو بروئے کار لانے کے لئے اسے لازمی طور پر سامان مہیا کیا گیا تھا۔ پھر دنیا کو دیکھ اور اس کے ساز و سامان، پودوں اور جانوروں، خوراک اور لباس، اور ہر قسم کی بھلائی کو دیکھ کیونکہ یہ تمام مفید اسباب ہیں جو حکمت کے مطابق تخلیق کیے گئے ہیں، جیسا کہ خدا نے اپنی کتاب میں کہا ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ . مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ. (سورۃ الدخان ۴۴۔آیات ۳۹۔۳۸)

''ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، سب کچھ ایک کھیل کے طور پر نہیں بنایا، ہم نے انہیں حق کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔''

خوب جان لے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس جہان میں کوئی چیز بے مقصد پیدا نہیں فرمائی۔ اس کی عطا کردہ نعمتوں کو ان کے اصل مقصد کے عین مطابق کمال تک نہ پہنچانا انتہائی غلط طرز عمل ہوگا ایسا ہرگز نہیں ہے کہ اس نے انسان کو تمام نعمتیں اور زندگی تو عطا کی جسے یہ بسر کرتا ہے اور اسے وہ نعمت

اور زندگی کا سلیقہ عطا نہ کیا ہو جو اس کی اصل ضرورت ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اس نے انسانوں کو اس لئے پیدا نہیں فرمایا کہ وہ کھائیں اور مر جائیں۔ اس کے برعکس اس نے انسان پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کی تاکہ یہ ایک سیاست اور ضابطہ سے زندگی بسر کریں۔ یہ سیاست اور ضابطہ بغیر کسی راہنمائی کے ناقص محض تھا۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ ہر شخص جس کو زندگی عطا ہوئی ہے وہ اس سے ایسے استفادہ کرے جو نظام عدل اور متعین ضابطہ کے مطابق ہو۔ زندگی گزارنے کے اس سلیقے کو انسان جسے زندگی عطا ہوئی ہے یہ نہیں جانتا تھا اس لئے یہ زندگی عطا کرنے والے کی ذمہ داری تھی کہ وہ ایسا راستہ بتائے جو کامیابی کی ضمانت ہو نہ کہ رسوائی کا موجب، اور زندگی گزارنے والا اس کے مطابق زندگی بسر کرے۔ یہی بات قرآن پاک میں بیان ہے:

عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ. (سورۃ العلق ۹۶۔ آیت ۵)

''انسان کو وہ کچھ سکھایا جسے یہ نہیں جانتا تھا۔''

اس نے انسانوں کے درمیان رسول بھیجے جنہوں نے انہیں زندگی بسر کرنے کا طریقہ وسلیقہ سکھایا اور شکر گزاری کی تعلیم دی تاکہ یہ جہان نظام عدل پر استوار ہو۔ اب اس عدل کی تکمیل حکمت سے ہے اور یہ حکمت ایسی نعمت ہے جو انسان کی زندگی میں نعمت کی تکمیل کرتی ہے، اور اس زندگی کی اس راستہ پر تکمیل کرتی ہے جو زندگی گزارنے کا راستہ پیغمبروں نے دکھایا۔ زندگی بسر کرنے والے کا اس راہ پر گامزن ہو جانا ہی راہِ فضل ہے جو راہ اسے دکھائی گئی ہے۔ اگر دل سے اس عزت، پیار، اور ذوق آرزو پر نگاہ کی جائے جو زندگی گزارنے والے کو زندگی اور نعمت کی صورت عطا ہوئی ہے تو اس پر یہ واجب ہو جاتا ہے کہ راہ حق سے خود کو روشناس کرائے اور اپنے زندگی عطا کرنے والے کے آگے سرنگوں ہو جائے، اس کے بھیجے ہوئے رسولوں کو حق تسلیم کرے، اور اپنی طرف بھیجے گئے تمام پیغمبران کی صداقت پر گواہی دے۔ یہ تسلیم کرے کہ آدمؑ سے لے کر محمد ﷺ تک تمام انبیا علیہم اجمعین اللہ کے فرمانبردار بندے، اس کے دین کے داعی اور شکر گزار بندے تھے۔ یہ سب مانتے ہوئے اپنی زندگی کو ایسے گزار کر حقوق وفرائض کا خاص خیال رکھ، یہاں تک کہ تو راست رو اور مکمل فرمانبردار بن جائے۔

گلستانِ سعدیؒ: وجہ تالیفِ کتاب

(فارسی سے اردو ترجمہ)

(شیخ سعدیؒ)

ایک رات میں گزرے ہوئے دنوں کے بارے میں سوچ رہا تھا، ضائع کی ہوئی زندگی پر افسوس کر رہا تھا، دل کے پتھر کو آنسوؤں کے ہیرے سے چھید رہا تھا اور اپنے مناسب حال یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

مثنوی

ہر دم از عمر می رود نفسے	چوں نگہ می کنم نماند بسے
اے کہ پنجاہ رفت و درخوابی	مگر ایں پنجروز دریابی
خجل آں کس کہ رفت و کار نساخت	کوس رحلت زوند و بار نساخت
خواب نوشین با مداد رحیل	باز دارد پیادہ را از سبیل
ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت	رفت و منزل بدیگرے پرداخت
واں دگر پخت ہمچنیں ہوسے	ویں عمارت بسر نبرد کسے
یارِ ناپائدار دوست مدار	دوستی را نشاید ایں غدار
مادۂ عیش آدمی شکم است	تا بتدریج می رود چہ غم است
گر بہ بندد چنانکہ نکشاید	گر دل از عمر بر کند شاید
ورکشاید چنانکہ نتواں بست	گو بشو از حیات دنیا دست
چار طبع مخالف و سرکش	چند روزے بوند باہم خوش
گر یکے زیں چہار شد غالب	جانِ شیریں بر آید از قالب
لا جرم مردِ عارف کامل	نہ نہد برحیاتِ دنیا دل

نیک و بد چوں ہمی بباید مُرد | خنک آں کس کہ گوئے نیکی بُرد
برگِ عیشے بگورِ خویش فرست | کس نیارد ز پس تو پیش فرست
عمر برف ست و آفتاب تموز | اند کے ماند و خواجہ غرہ ہنوز
اے تہی دست رفتہ در بازار | ترسمت پُر نیاوری دستار
ہر کہ مزروع خود خورد بخوید | وقت خرمنش خوشہ باید چید
پند سعدی بگوش دل بشنو | رہ چنین است مرد باش و برو

(ہر لمحے زندگی کا ایک سانس کم ہو رہا ہے، جب میں غور کرتا ہوں تو اب زیادہ باقی نہیں ہے اے بندے تیرے پچاس سال بسر ہو گئے اور تو ابھی خواب میں ہے، شاید کہ اب تو ان پانچ دنوں سے فائدہ اٹھا لے۔ وہ بہت پریشان ہے جو چل دیا اور اس نے کوئی کام نہ بنایا، لوگوں نے کوچ کا نقارہ بجا دیا اور اس نے سامان نہ باندھا۔ جب کوچ کرنا ہو تو میٹھی نیند مسافر کو راستہ چلنے سے باز رکھتی ہے۔ جو آیا اس نے ایک عمارت بنائی، وہ چلا گیا اور عمارت دوسرے کے لئے خالی کر گیا۔ اُس دوسرے نے بھی ویسی ہی ہوس کا مظاہرہ کیا اور اس عمارت کو کوئی پورا نہ کر سکا۔ جو ناپائیدار ہو اس سے دوستی نہ کر، یہ غدار دوستی کے لائق نہیں ہے۔ آدمی کی زندگی کا سرمایہ پیٹ ہے، جب تک اس کی رفتار درمیانہ ہے، تب تک کیا فکر ہے۔ اگر اس میں ایسا بند پڑ جائے جو نہ کھلے تو زندگی سے اگر دل ہٹا لے تو مناسب ہے اور اگر ایسا چل پڑے جو روکا نہ جا سکے تو کہہ دو کہ دنیا کی زندگی سے ہاتھ دھو لے۔ چار طبیعتیں جو باہم مخالف اور سرکش ہوں، وہ چند ہی دن آپس میں خوش رہ سکتی ہیں۔ اگر ان چار میں سے ایک غالب ہو گئی تو میٹھی جان قالب سے باہر آ جاتی ہے۔ لامحالہ پورا جان کار انسان دنیا کی زندگی سے دل نہیں لگاتا۔ نیک اور بد جب بھی کو مرنا ہے تو وہ اچھا ہے جو نیکی میں بازی لے گیا۔ اپنی قبر میں زندگی کا سامان بھیج دے، بعد میں کوئی نہیں لائے گا تو پہلے سے بھیج دے۔ عمر برف کی طرح ہے اور سورج تموز کے مہینہ کا ہے، تھوڑی رہی ہے اور جناب ابھی تک غافل ہیں۔ اے وہ کہ جو خالی ہاتھ بازار میں چلا گیا، مجھے ڈر ہے کہ تو دستار بھر کر نہ لائے گا۔ جو اپنی کھیتی کچی کھا جائے، اس کو کھلیان کرتے وقت بالیاں چگنی پڑیں گی۔ سعدی کی نصیحت دل کے کان سے سن، راستہ یہی ہے، مرد بن اور چل۔)

افسوس کے بعد میں نے یہ مناسب سمجھا کہ کٹیا میں گوشہ نشین ہو جاؤں، یار باشی میں دامن سمیٹ لوں، فضول باتوں کا دفتر دھودوں اور پھر بغیر ضرورت بات نہ کروں۔

زبان بریدہ بکنجے نشستہ صمٌ بکم　　　　بہ از کسے کہ نباشد زبانش اندر حکم

(زبان کٹا ہوا، گوشہ میں بہرا گونگا بنا بیٹھا ہوا اس سے بہتر ہے جس کی زبان قابو میں نہ ہو۔)

یہاں تک کہ ایک دوست جو کجاوے میں میرا ہمنشیں اور حجرہ میں ہم مجلس تھا، پہلی عادت کے مطابق دروازے سے اندر آیا۔ جس قدر بھی اس نے کھیل کود کی خوشی کی کوشش کی، مذاق کی بساط بچھائی، میں نے اس کا جواب نہ دیا اور عبادت گزاری کی زانو سے سر نہ اٹھایا۔ اس نے رنج سے مجھے دیکھا اور کہا:

قطعہ

کنونت کہ امکانِ گفتار ہست　　　　بگو اے برادر بلطف و خوشی

کہ فردا چو پیکِ اجل در رسد　　　　بحکمِ ضرورت زباں در کشی

(اب جبکہ تجھ میں بات کرنے کی طاقت ہے، اے بھائی نرمی اور خوشی سے بات کر لے، اس لئے کہ کل کو جب موت کا قاصد پہنچ جائے گا تو مجبوراً تو زبان بند کر لے گا۔)

میرے متعلقین میں سے کسی نے اس کو اصل واقعہ سنایا کہ اس نے تو پختہ ارادہ اور پکی نیت کر لی ہے کہ باقی عمر گوشہ نشین رہے گا اور خاموشی اختیار کرے گا۔ تجھ سے اگر ہو سکے تو تُو بھی اپنا راستہ لے اور یکسوئی اختیار کر۔ وہ بولا: خدائے برتر کی عزت اور پرانی دوستی کی قسم کہ میں سانس بھی نہ لوں گا اور قدم بھی نہ اٹھاؤں گا جب تک کہ پہلی عادت اور پرانے طریقے سے بات نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ دوستوں کا دل دکھانا نادانی ہے اور قسم کا کفارہ دے دینا آسان ہے۔ اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذوالفقار کا نیام میں رہنا اور سعدی کی زبان کا تالو سے لگنا درست رائے کے خلاف اور عقلمندوں کی رائے کے برعکس ہے۔

قطعہ

زبان در دہانِ خرد مند چیست　　　　کلید درِ گنج صاحب ہنر

چو در بستہ باشد چہ داند کسے　　　　کہ جوہر فروش ست یا پیلہ ور

(عقلمند کے منہ میں زبان کیا ہے؟ ہنر مند کے خزانہ کے دروازہ کی کنجی۔ جب دروازہ بند ہو تو کسی کو کیا معلوم کہ قیمتی بیچنے والا ہے یا بساطی۔)

قطعہ

اگر چہ پیش خردمند خامشی اَدب ست — بوقتِ مصلحت آں بہ کہ در سخن کوشی

دو چیز طیرۂ عقل ست دم فروبستن — بوقتِ گفتن و گفتن بوقتِ خاموشی

(عقلمند کے آگے چپ رہنا اگر چہ ادب ہے، مصلحت کے وقت یہ بہتر ہے کہ تو بات کرنے کی کوشش کرے ۔دو باتیں عقل کا عیب ہیں: کہنے کے وقت چپ رہنا اور چپ رہنے کے وقت بولنا ۔)

مختصر یہ کہ اس کے ساتھ بات کرنے سے زبان روکنے کی مجھ میں قوت نہ رہی اور اس کی ہم کلامی سے منہ موڑنے کو میں نے آدمیت نہ سمجھا ،اس لئے کہ موافق یار اور سچا دوست تھا۔

شعر

چو جنگ آوری با کسے برستیز — کہ از وے گزریت بود یا گریز

(جب تو لڑے تو اس سے لڑ جس سے تجھے چارہ کار ہو یا گریز کی گنجائش ہو۔)

مجبوراً میں نے بات کر لی اور تفریح کے لئے باہر نکل پڑا۔بہار کا موسم تھا۔سردی کا حملہ ٹھنڈا پڑ چکا تھا اور گلاب کی حکومت کا موسم آ گیا تھا۔

قطعہ

اوّل اُردی بہشت ماہ جلالی — بلبل گویندہ برمنا بر قضباں

بر گلِ سرخ از نم او فتادہ لآلی — ہمچو عرق برعذار شاہد غضباں

(جلالی سن کے اردی بہشت مہینے کا شروع ،شاخوں کے ممبروں پر بلبل چہک رہی تھی ۔گلاب کے پھول پر شبنم کے موتی بکھرے تھے جیسے غصہ کی حالت میں معشوق کے رخسار پر پسینہ ۔)

رات کو باغ میں ایک دوست کے ساتھ شب گزارنے کا اتفاق ہوا۔ایک سرسبز و شاداب جگہ اور درختوں کے جھرمٹ دار، دلچسپ درخت گویا کہ کانچ کے ٹکڑے اس کی خاک پر بکھرے ہوئے اور ثریا کا گچھا اس کی بیل میں لٹکا ہوا تھا۔

قطعہ

رَوضَۃٌ مَآءُ نَھرِھَا سَلسَالُ — دَوحَۃٌ سَجعُ طَیرِھَا مَوزُونُ

آں پر از لالہ ہائے رنگا رنگ — ویں پر از میوہ ہائے گونا گوں

باد در سایۂ درختانش — گسترانید فرش بو قلموں

(ایک ایسا باغ جس کی نہر کا پانی جاری تھا، ایسا درخت جس کے پرندوں کا گانا موزوں۔ وہ رنگ برنگ کے لالوں سے پُر، یہ طرح طرح کے میووں سے لدا ہوا۔ ہوا نے اس کے درختوں کے سایہ میں رنگارنگ فرش بچھادیا تھا۔)

صبح کے وقت جب واپسی کا خیال بیٹھنے کی رائے پر غالب آ گیا، میں نے اسے دیکھا کہ وہ گل، ریحان، سنبل اور ضیمران سے دامن کو بھرے ہوئے ہے اور لوٹنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ جیسا کہ تجھے معلوم ہے باغ کے پھول کو بقا اور باغ کے زمانہ میں وفا نہیں ہوتی اور عقلمندوں نے کہا جو ناپائیدار رہے دوستی کے لائق نہیں ہے۔ اس نے کہا پھر کیا صورت ہے۔ میں نے کہا دیکھنے والوں کی تفریح اور موجودہ لوگوں کی کشادگی کے لئے میں ایک ایسی گلستان کتاب تصنیف کرسکتا ہوں جس کے پتوں پر خزاں کی ہوا کی دست درازی نہ ہو اور زمانہ کی فردش اس کے موسم بہار کی خوشگواری کو موسم خزاں کی ناگواری میں تبدیل نہ کرسکے۔

قطعہ

بچہ کار آیدت ز گل طبقے	از گلستان من ببر ورقے
گل ہمیں پنجروز شش باشد	ویں گلستان ہمیشہ خوش باشد

(پھولوں کا طبق تیرے کس کام آئے گا؟ میری گلستان کا ایک ورق لے جا۔ پھول یہی پانچ چھ روز رہے گا اور یہ گلستان ہمیشہ تازہ رہے گی۔)

جیسے ہی میں نے یہ بات کہی اس نے پھولوں کا دامن چھوڑ دیا اور میرے دامن سے چمٹ گیا کہ شریف جب وعدہ کرتا ہے تو پورا کرتا ہے۔ دو فصل اسی روز لکھنے کا موقع مل گیا۔ میل جول کی خوبی اور بات چیت کرنے کے آداب کے بیان میں، ایسی عبارت میں کہ بولنے والے کے کام آئے اور خط وکتابت کرنے والوں کی بلاغت بڑھائے۔ خلاصہ یہ کہ ابھی کچھ موسم بہار باقی تھا کہ کتاب گلستان پوری ہوگئی۔ وَاللّٰہُ اَعلَمُ وَاَحکَمُ بِالصَّوَابِ۔

شہزادہ سعد بن ابوبکر بن سعد کا ذکر۔ خدا سعد کی قبر کو نور سے بھر دے۔

یہ گلستاں درحقیقت مکمل تو اس وقت ہوگی جب جہاں پناہ کے دربار میں پسند آجائے جو خدا کا سایہ ہے، خدا کی مہربانی کا عکس ہے، زمانہ کا ذخیرہ ہے، امن کی پناہ ہے، جس کو آسمانی تائید حاصل ہے، دشمنوں پر فتح مند ہے، غالب حکومت کا بازو ہے، روشن ملت کا چراغ ہے، مخلوق کا حسن ہے ۔اسلام کے لئے باعثِ فخر ہے یعنی سعد جو اس اتابک اعظم کا بیٹا ہے جو کہ بڑا بادشاہ ہے ۔امتوں کی گردنوں کا مالک ہے، عجم وعرب کے بادشاہوں کا آقا ہے، خشکی اور سمندر کا بادشاہ ہے، ملک سلیمان کا وارث ہے، دین کا فتح مند ہے یعنی ابوبکر جو بیٹا سعد کا ہے، جو بیٹا زنگی کا ہے ۔خدا ان کا اقبال ہمیشہ قائم رکھے اور دونوں کی بزرگی کو دوگنا کرے اور ہر بھلائی کی طرف ان کا انجام کرے، مالکانہ مہربانی سے مطالعہ کرے۔

قطعہ

گر التفاتِ خداوندیش بیارايد	نگار خانۂ چینی نقش ارژنگیست
امید ہست کہ روئے ملال درنکشد	ازیں سخن کہ گلستاں نہ جائے دلتنگیست
علی الخصوص کہ دیباچۂ ہمایونش	بنام سعدِ ابوبکر سعد بن زنگیست

(اگر اس گلستاں کو شاہی توجہ سنوار دے تو وہ چین کا نگارخانہ ہے اور ارژنگ کا کھینچا ہوا نقش ہے ۔امید تو یہی ہے کہ وہ ملال سے منہ نہ پھیرے گا، اس کلام سے اس لئے کہ گلستاں دل تنگ ہونے کا مقام نہیں ہوتا ہے ۔خصوصاً جب کہ اس کا متبرک دیباچہ ابوبکر ابن سعد بن زنگی کے نام سے ہے ۔)

امیر کبیر فخر الدین ابی بکر بن ابی نصر کا ذکر ،خدا اُس کی عمر دراز کرے۔

علاوہ ازیں میرے فکر کی دلہن بدصورتی کی وجہ سے سر نہیں اُٹھائے گی اور مایوسی کی نگاہ شرمندگی کے پشتِ پا سے نہیں ہٹائے گی اور صاحبِ نظر لوگوں کی جماعت میں روشن نہیں ہوگی جب تک کہ وہ امیر کبیر کی قبولیت کے زیور سے آراستہ نہ ہو جو کہ عالم ،منصف ،کامیاب ،منصور ،تختِ سلطنت کا مددگار ،مملکت کی تدبیر کا مشیر ،فقراء کی جائے پناہ ،غرباء کا ٹھکانا ،فضلاء کو پالنے والا ،متقیوں کا دوست ،اہلِ فارس کے لئے فخر ،ملک کا دایاں ہاتھ ،مقربانِ بارگاہ کا سردار ،وزیر حضوری ،دولت اور دین کا فخر ،اسلام اور مسلمانوں کا فریادرس ،بادشاہوں اور سلاطین کا معتمد علیہ ہے یعنی ابوبکر بن ابی نصر خدا اس کی عمر دراز کرے اور اس کا مرتبہ بڑھائے اور اس کا دل کھول دے اور اس کا ثواب دوگنا کردے جو کہ دنیا کے بزرگوں کا ممدوح ہے اور عمدہ اخلاق کا مجموعہ ہے۔

شعر

ہر کہ در سایہ عنایت اوست	گنہش طاعتیست و دشمن دوست

(جواُس کی مہربانی کے سایہ میں ہے، اُس کا گناہ بھی عبادت اوراُس کا دشمن بھی دوست ہے۔)

حاشیہ نشین اور غلاموں میں سے ہرایک پر ایک خدمت مقرر ہے کہ اگر اس کی ادا کرنے میں تھوڑی سی بھی ڈھیل اور سستی جائز رکھیں تو ان سے جواب طلب ہو جائے اور عتاب میں آ جائیں بجز فقیروں کے اس گروہ کے کہ جن پر بزرگوں کا شکر یہ ادا کرنا ضروری ہے اور بہتر ذکر اور اچھی دعائیں اور اس طرح کی خدمت گزاری پیٹھ پیچھے زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ یہ آمنے سامنے میں بناوٹ سے قریب ہو جاتی ہے اور وہ تکلف سے دور اور قبولیت سے نزدیک ہے۔

قطعہ

پشتِ دوتائے فلک راست شداز خرمی	تا چوتو فرزند زاد مادرِ ایام را
حکمتِ محض ست گر لطفِ جہاں آفریں	خاص کند بندۂ مصلحت عام را
دولت جاوید یافت ہر کہ نکونام زیست	کز عقبش ذکر خیر زندہ کند نام را
وصف ترا گر کند و رنکند اہل فضل	حاجتِ مشاطہ نیست روئے دلآرام را

(خوشی کی وجہ سے آسمان کی کبڑی کمر سیدھی ہوگئی، جب سے مادرایام نے تجھ سا فرزند جنا۔
یہ خالص حکمت ہے اگر جہان کے پیدا کرنے والے کی مہربانی عوام کی بھلائی کی خاطر کسی کو مخصوص کرے۔
جو نیک نامی سے زندہ رہا اس نے لازوال دولت پائی ،اس لئے کہ اس کے بعد اُس کا ذکر خیر نام کو زندہ رکھے گا۔اہل فضل خواہ تیری تعریف کریں یا نہ کریں، حسین چہرہ کو بناؤ سنگھار کی احتیاج نہیں ہے۔)

خدمت میں کوتاہی اور گوشہ نشینی اختیار کرنے کے سبب کا ذکر:

جو کوتاہی اور سستی بادشاہ کے دربار میں مستقل حاضری میں ہوتی ہے اس وجہ سے ہے کہ ہندوستان کے عقلمندوں کا ایک گروہ بزرجمہر کی خوبیوں کی بات کر رہا تھا۔آخر کار اس کا عیب سوائے اس کے نہ جانا کہ وہ بات کرنے میں سست ہے۔یعنی بہت دیر کرتا ہے اور سننے والے کو بہت منتظر رہنا پڑتا ہے تو کہیں وہ ایک بات کی تقریر کرتا ہے۔بزرجمہر نے سنا اور بولا سوچنا کہ میں کیا کہوں اس کی پشیمانی اٹھانے سے

بہتر ہے کہ میں کیوں کہوں۔

نظم

سخندان پرورده پیر کہن	بیندیشد آنگہ بگوید سخن
مزن بے تامل بگفتار دم	نکو گوئی گر دیر گوئی چہ غم
بیندیش وانگہ برآور نفس	وزاں پیش بس کن کہ گویند بس
بہ نطق آدمی بہتر ست از دواب	دواب از تو بہ گر نگوئی صواب

(بات کا جاننے والا، تجربہ کار، پرانا بڈھا، سوچ لیتا ہے پھر بات کرتا ہے۔بغیر سوچے بات کہنا شروع نہ کر، بات بہتر کہہ اگر دیر میں کہےتو اس میں کیا غم ہے۔سوچ لے پھر بات نکال اور اس سے پہلے ختم کردے کہ لوگ "بس" کہیں۔گویائی کی وجہ سے آدمی جانوروں سے افضل ہے، اگر تو ٹھیک بات نہ کہےتو تجھ سے جانور بہتر ہیں۔)

تو پھر شاہی دربار کے سرداروں کے سامنے کیا ہو۔خدا کرےاس کی فتح غالب رہے جو اہل دل کا مجمع ہےاور جو ماہر علماء کا مرکز ہے۔اگر طرز کلام میں دلیری کروں تو میری گستاخی ہوگی اور عزیز مصر کے دربار میں کھوٹی پونجی لے جانا ہوگی، جوہر کے بازار میں پوتھا ایک جو کے بھی لائق نہیں، آفتاب کے سامنے چراغ کی کوئی روشنی نہیں، کوہ الوند کے دامن میں بلند مینارہ پست نظر آتا ہے۔

مثنوی

ہر کہ گردن بدعوی افرازد	خویشتن را بہ گردن اندازد
سعدی افتاده است و آزاده	کس نیاید بجنگ افتاده
اول اندیشہ وا نگہے گفتار	پائے پیش آمدست و پس دیوار
نخل بندم و لے نہ در بستاں	شاہدم من و لے نہ درکنعاں

(ہرشخص کسی دعویٰ کے لئے گردن اونچی کرتا ہے، وہ اپنے آپ کو گردن کے بل گراتا ہے۔ سعدی عاجز اور آزاد آدمی ہے، عاجز سے لڑنے کوئی نہیں آتا۔ پہلے سوچ لے پھر بات کر، نیو پہلے ہے،

دیوار پیچھے۔ میں مالی ہوں مگر باغ میں نہیں ہوں، میں معشوق ہوں لیکن کنعان میں نہیں ہوں۔)

لقمان سے لوگوں نے پوچھا تو نے دانائی کس سے سیکھی؟ اس نے کہا کہ اندھوں سے کہ جب تک جگہ ٹٹول لیں قدم نہیں دھرتے۔ داخل ہونے سے پہلے نکلنے کی سوچ لے۔

قطعہ

گرچہ شاطر بود خروس بجنگ	چہ زندیش باز روئیں چنگ
گربہ شیر ست در گرفتن موش	لیک موش ست در مصاف پلنگ

(مرغ اگرچہ لڑنے میں چالاک ہو لیکن کانسی کے پنجے والے باز کے مقابلے میں کیا کرسکتا ہے؟ چوہا پکڑنے میں بلی شیر ہے لیکن چیتے کی لڑائی میں وہ چوہا ہے۔)

لیکن بزرگوں کے اخلاق کی وسعت کے بھروسے پر کیونکہ وہ چھوٹوں کے عیب سے چشم پوشی کرتے ہیں اور چھوٹوں کے عیب ظاہر نہیں کرتے۔ چند کلمے مختصر طور پر نادر باتوں، مثالوں، شعر، حکایتوں، گزشتہ بادشاہوں کی عادتوں کے اس کتاب میں ہم نے لکھ دیئے ہیں اور تھوڑی سی قیمتی عمر اس پر خرچ کی ہے۔ اس کتاب کی تصنیف کا سبب یہ تھا اور توفیق خدا کی جانب سے ہے۔

قطعہ

بماند سالہا ایں نظم و ترتیب	ز ما ہر ذرہ خاک افتادہ جائے
غرض نقشیت کز ما یاد ماند	کہ ہستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحبدلے روزے برحمت	کند در کارِ درویشاں دعائے

(یہ نظم اور ترتیب برسوں رہے گی، ہماری خاک کا ایک ایک ذرہ جگہ جگہ پڑا رہے گا۔ غرض یہ ایک نقش ہے جو ہماری یاد رہے گا، اس لئے کہ ہستی کو تو بقا نہیں معلوم ہوتی، شاید کوئی صاحب دل کسی دن رحم کھا کر درویشوں کے معاملہ میں دعا کر دے۔)

نظر کی گہرائی نے کتاب کی ترتیب اور بابوں کی تہذیب میں بات کے اختصار کو مناسب سمجھا چنانچہ اس گنجان باغ اور گھنے باغیچہ کو بہشت کی طرح آٹھ باب میں اتفاق ہو گیا۔ اسی وجہ سے یہ مختصر ہو گئی تاکہ کدورت نہ پیدا ہو۔ وَاللّٰهُ اَعلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیهِ المَرجَعُ وَالمَآبُ۔

پہلا باب بادشاہوں کی عادت کے بیان میں، **دوسرا باب** درویشوں کے اخلاق کے بیان میں، **تیسرا باب** قناعت کی فضیلت کے بیان میں، **چوتھا باب** چپ رہنے کی فضیلت کے بیان میں، **پانچواں باب** عشق اور جوانی کے بیان میں، **چھٹا باب** بڑھاپے کی کمزوری کے بیان میں، **ساتواں باب** پرورش کی تاثیر کے بیان میں، **آٹھواں باب** ساتھ رہنے کے طریقوں اور حکمت کے بیان میں۔

مثنوی

دراں **مدت** کہ ما را وقتِ خوش بود — ز ہجرت ششش صد و پنجاہ وششش بود

مرادِ ما نصیحت بود و گفتم — حوالت با خدا کردیم و رفتیم

(جس زمانہ میں کہ ہمارا اچھا وقت تھا، ہجری سن چھ سو چھپن (٦٥٦ھ) تھا۔ ہمارا مقصد نصیحت کرنا تھا اور ہم نے کردی۔ ہم نے خدا کے سپرد کر دیا اور ہم رخصت ہو گئے۔)

دعائے مغفرت

گوجرانوالہ سے ہردلعزیز بھائی ڈاکٹر احمد رضا خان

گکھڑ سے وسیم شہباز کے تایا جان

ملتان سے حاجی محمد رفیق کی اہلیہ

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اورصوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پراثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
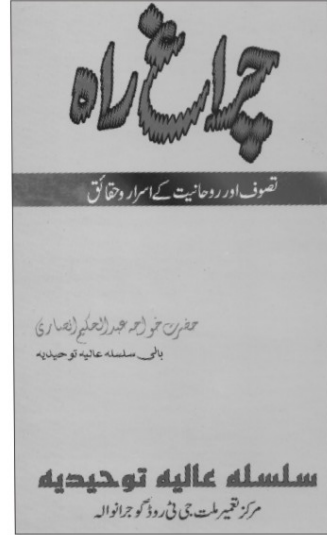
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اورناگزیریت ،بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اورروحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔
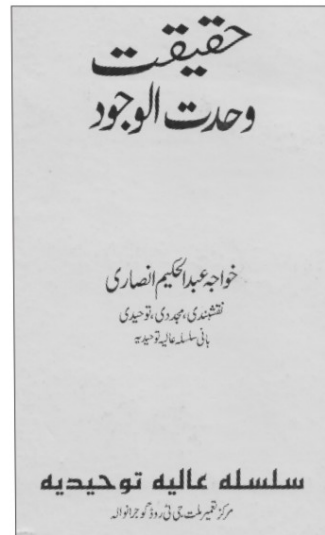
سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت ودوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔
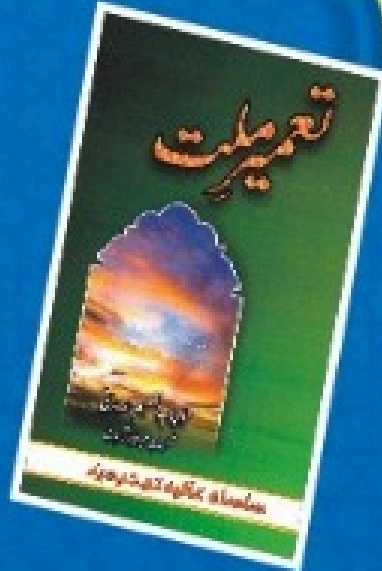
یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد واذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com